دیباچہ بقلم نگاہ راحیل

قسط نمبر 12

باب دہم

ہم غلطیاں کیوں کرتے ہیں؟

بحیثیت انسان، ہم غلطیاں کرنے جا رہے ہیں۔

یہی چیز ہمیں انسان بناتی ہے، اور اکثر اوقات سیکھنے کا سب سے مؤثر طریقہ غلطیوں سے ہوتا ہے۔

ہم صرف اس لیے غلطیاں نہیں کرتے کہ ہم چاہتے ہیں۔

غلطیوں سے ہم زندگی میں ترقی کرتے ہیں

غلطیوں کے ذریعے ہم انسانوں کے طور پر تیار ہوتے ہیں۔

غلطیوں کے ذریعے ہم چیزوں میں بہتر بن جاتے ہیں۔

ہم سے پہلے لوگوں نے غلطیاں کیں۔

ہم ان کے بعد غلطیاں کر رہے ہیں۔

اور وہ ہیں جو ہمارے بعد غلطیاں کریں گے۔

غلطیاں ہمیں زندگی میں تجربات کرنے کے اچھے مواقع فراہم کرتی ہیں،

غلطیوں کے بغیر ہمیں زندگی کا کوئی تجربہ نہیں ہوتا

اور تجربے کے بغیر ہمیں زندگی میں کوئی سبق نہیں ملتا۔

تجربہ بہترین استاد ہے۔

اور غلطیاں اچھے سبق دیتی ہیں۔

ہم اپنی غلطیوں سے سیکھتے ہیں۔

تمام انسان غلطیاں کرتے ہیں۔

جو چیز کسی شخص کے کردار کا تعین کرتی ہے وہ غلطیاں نہیں ہیں جو ہم کرتے ہیں۔

بلکہ یہ اس طرح ہے کہ ہم ان غلطیوں کو کیسے لیتے ہیں اور انہیں بہانے کی بجائے سبق میں بدل کیسے دیتے ہیں۔

غلطیاں طے کرتی ہیں کہ ہم کتنے مضبوط ہیں

اگر آپ اس غلطی کو قبول کرتے ہیں جو آپ نے ابھی کی ہے، اور اس سے سیکھیں،

آپ ایک مضبوط مخلوق ہیں۔

اگر آپ قبول نہیں کرتے اور غلطیوں کو زیادہ سے زیادہ کرنے پر اصرار کرتے ہیں تو آپ کہیں نہیں جا رہے ہیں۔

(نظم)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ہسپتال کے داخلی دروازے کو پیچھے کی طرف دھکیل کر اندر داخل ہو رہا تھا۔ اس کے قدم تیز تھے، بالکل اس کے دل کی دھڑکنوں کی طرح۔

سورج کی سنہری کرنیں آج کچھ زیادہ ہی طیش سے بھری تھیں۔ ان میں حد درجہ کی تپش تھی!

اس کی آنکھوں میں کچھ تھا ایک، امید، کہ شاید وہ یہاں نہ ہو!

کہ اس نے جس کا نام سنا تھا وہ کوئی اور ہو!

ڈاکٹرز اسے اس کمرے تک لے جانے لگے جہاں وہ موجود تھی بلکہ وہاں تو صرف

اس کا جسم موجود تھا

اس کی روح نہیں ۔

کمرے کا دروازہ ایک ڈاکٹر نے کھولا اور وہ ان کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔

کمرے میں سفید سرمئی سی روشنی چکر کاٹ رہی تھی۔ دیوار اپر لگی کھلی کھڑکیوں میں سے تیز سورج کی سنہری روشنی کھڑی پر گرے پردوں میں سے گزر کر سیدھا اس کے بیڈ پر آکر گر رہی تھی۔ اس سورج کی روشنی کا تعقب کرتے ہوئے براق کی نگاہیں اس کی جانب گئیں۔ وہ بھاری قدم لیتا، دل کی تیز دھڑکنوں کے ساتھ، سرخ آنکھوں کے ساتھ، اس بیڈ کی جانب بڑھا۔

اس بیڈ پر وہ وجود ایک سفید رنگ کی چادر سے ڈھکا تھا۔ ڈاکٹرز بھی اس کے ساتھ ہی وہاں کھڑے تھے۔

ان میں سے ایک ڈاکٹر نے اپنا ہاتھ اس وجود کے چہرے کے سامنے بڑھایا اس غرض سے کہ وہ اس چادر کو ہٹا کر اس وجود کا چہرہ عیاں کرے۔

وہ گھبراہٹ، ،خوف، تکلیف کا شکار تھا۔

دل بار بار تمنائیں ،التجائیں ،دعائیں ،کرنے میں مصروف تھا۔

اور پھر اس ڈاکٹر نے وہ سفید چادر اس کے چہرے سے اٹھائی۔ڈاکٹرز اس کے کمرے تک آنے اور اس بیڈ کے سامنے پہنچنے تک اس سے بہت کچھ کہہ چکے تھے جس کا ایک لفظ بھی اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔وہ حواس باختہ تھا!

اور مزید حواس باختہ ہونے والا تھا!

سفید چادر اٹھائی تو سورج کی تیز سنہری کرن اس کے چہرے پر آکر گری۔

اس کا چہرہ دیکھتے ہی براق کے جسم میں ایک کرنٹ سا گزرا۔

اس لاش کا چہرہ جگمگانے لگا تھا مگر اس چہرے کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا کہ وہ پہلے سے ہی جگمگا رہا تھا۔چہرے پر جگہ جگہ خراشوں کے نشان تھے

گہری چوٹیں تھیں، لیکن پھر بھی ایک روشنی تھی اس کے چہرے پر۔

اس کے قدم لڑکھڑائے ،دل ڈوب گیا، سانس اٹکا جیسے کوئی پھندا اس کے گلے میں لٹکا دیا ہو۔

اسے ایسا لگا جیسے وہ ایک گہری کھائی میں گر گیا ہو لیکن در حقیقت کھائی میں وہ نہیں بلکہ وہ گر چکی تھی جہاں سے اس کی آواز اس تک کبھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔کیونکہ یہ سب قدرت پر تھا۔

ان کی قسمت پر!

وہ گھٹنوں کے بل جھک سا گیا،ڈاکٹرز اس کی جانب اسے سہارا دینے کے ارادے سے بڑھیں

تو اس نے اپنے ہاتھ سے انہیں اپنی جگہ ٹھہر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ وہیں رک سے گئے اور وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا ساکت سا اسے دیکھ رہا تھا۔

اس کی نیلی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ اور پھر اس کی آنکھیں بھر آئیں جو برسنا چاہتی تھیں لیکن برس نہیں پائیں۔

وہ مرد تھا، تنہائی میں آنسو بہا سکتا تھا مگر سب کے سامنے نہیں۔

ڈوبتے دل کے ساتھ وہ زمین سے اٹھا۔ اس کی یہ حالت وہاں کھڑے ڈاکٹرز نے بھی دیکھی تھی لیکن وہ اسے حوصلہ دینے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ کافی عرصے سے نہیں رویا تھا۔ لیکن آج اس کا یہ ریکارڈ ٹوٹ گیا تھا۔

"کس نے کیا یہ؟ کس نے کیا؟" اس نے لڑکھڑاتی اور کانپتی سی آواز میں پوچھا۔

"دیکھیں! آپ کو صبر سے کام لینا ہو گا۔ ویسے تو یہ پولیس کیس ہے کیونکہ انہیں (اس ڈاکٹر نے میرائے کی جانب ہاتھ سے اشارہ کیا) گولی لگی ہے۔"

اگلے ہی پہل براق کا دل مزید ڈوبنے لگا۔

"لیکن ۔۔ عجیب بات یہ ہے کہ " وہ ادھیڑ عمر ڈاکٹر اپنی بات مکمل کرنے کے لیے الفاظ کا

انتخاب نہیں کر پا رہا تھا کیونکہ جس طرح سے یہ بات کرتے ہوئے اس کا دل اور دماغ گھبرا رہا تھا ویسے ہی وہ جانتا تھا کہ سامنے کھڑے شخص کی یہ سن کر کیا کیفیت ہو گی۔

"کہ ؟" براق نے اب کی بار بلند آواز میں کہا تو وہ ڈاکٹر مزید گھبرا سا گیا۔

"گولی لگنے کے باوجود یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ۔۔ کسی بھی شخص کی پوری جسم کی ہڈیاں چور چور نہیں ہو تیں۔" انہوں نے ایک گہرا سانس لیا تو ان کے سامنے کھڑے شخص کی دل کی دھڑکنیں کچھ پل کے لیے رک گئیں۔

"ان کی حالت دیکھ کر یہ ہی معلوم ہو تا ہے کہ ان کے اوپر سے کسی بھاری بھر کم چیز کو گزارا گیا ہے۔

اور ان کے جسم پر نشانات دیکھ کر تو یہ ہی سمجھ میں آتا ہے کہ انہیں گاڑی تلے کچلا گیا ہے۔'

انہوں نے اپنی بات مکمل کی تو براق کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ اور تاثر آکر گزرا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوپہر ہو چکی تھی۔ وقت کافی گزر چکا تھا۔

اس نے موبائل پر وقت دیکھا تو وہ اپنے بیڈ روم سے باہر نکلی۔ اس نے اپنے ہاتھ کی پشت سے اپنی آنکھیں رگڑ کر اپنے آنسو صاف کیے۔ وہ ان کے پاس لونگ روم میں آئی جہاں اب وہ بے چینی کے عالم میں ادھر ادھر چکر کاٹ رہی تھیں۔

" آنے! آپ بیٹھ جایئے۔ میں کال کر رہی ہوں براق کو بھی اور میرائے کو بھی۔ وہ کال ریسیو کر لیں گے۔ "

وہ اپنے موبائل پر دوبارہ میرائے کو کال ملاتے ہوئے جیمرے خاتون کو حوصلہ دے رہی تھی۔

لیکن اب کی بار جیمرے خاتون کوئی جواب نہیں دے رہی تھیں۔ ان کا دل عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔ وہ ماں تھیں۔۔ اپنی اولاد کی تکلیف انہیں بھی محسوس ہو رہی تھی خاص طور پر وہ تکلیف جو اولاد کے بچھڑنے کی ہو۔

وہ خاموشی سے ان کے پاس صوفے پر برابر میں آ کر بیٹھی۔ اس کے اوپر کچھ ہی دیر پہلے ہونے والے انکشاف نے اسے کافی غمزدہ اور پریشان کر دیا تھا لیکن پھر بھی وہ جیمرے خاتون کے سامنے کچھ بھی ظاہر نہیں ہونے دے رہی تھی کہ وہ کس قدر غمزدہ اور پریشان تھی۔

" آنے! اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ سب خیریت ہو گی انشاء اللہ!۔ "

اس نے انہیں تسلی دی تو انہوں نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کچھ دیر وہاں خاموشی چھائی رہی۔ وہ جیمرے خاتون کے کندھے کو نرمی سے سہلاتے ہوئے انہیں تسلی دیتی رہی۔ لیکن اس تسلی کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

ان کے کانوں کے پردوں پر جب وہ آواز گونجی تو وہ گھبرا کر صوفے سے اٹھیں۔ وہ ایمبولینس کی آواز تھی جس نے جیمرے خاتون کو فوراً صوفے سے اٹھ کھڑا ہونے پر مجبور کیا تھا۔ نینا بھی یہ آواز سن کر گھبرا گئی۔

ان دونوں کا دل اندر ہی اندر ڈوبنے لگا۔

ایمبولینس کی آواز ابھی تک جاری تھی اور تب ہی اس میں ان کے گھر کے داخلی دروازے کے کھلنے کی آواز نے خلل پیدا کیا۔

جیمرے خاتون دروازہ کھلنے کی آواز سن کر فوراً لونگ روم سے باہر نکلیں۔ نینا نے انہیں روکنے کی کوشش کی کیونکہ وہ اس وقت کافی پریشان تھیں لیکن جیمرے خاتون اس کی بات سنے بغیر ہی لونگ روم سے باہر چلی گئیں۔ نینا ان کے ساتھ ہی لونگ روم سے باہر نکلی۔

براق اب گھر میں داخل ہو چکا تھا۔ جیمرے خاتون اسے آتا دیکھ کر اس کی جانب چھوٹے چھوٹے قدم چلتی ہوئیں یک دم ٹھہر سی گئیں۔ انہوں نے آج تک اپنے "بیٹے" کو اس کیفیت،

اس حالت میں نہیں دیکھا تھا۔

وہ اداس ، سنجیدہ، اور کمزور نظر آتا۔ یہ ایک ماں کی نظر تھی۔

وہ بے گانہ ، طیش سے بھرپور، دل و دماغ میں بدلے کی آگ لیے نظر آتا۔ یہ ایک بیوی کی نظر تھی بلکہ

یہ تو اس کی "سلطانہ" کی نظر تھی۔

"براق! کیا ہوا ہے؟" جیمرے خاتون نے گلے سے نکلتی لڑکھڑاتی آواز میں پوچھا۔

وہ خاموش رہا ، نظریں جھکائے، بے حد خاموش۔

"براق! میں کچھ پوچھ رہی ہوں۔ جواب کیوں نہیں دے رہے ہو تم؟ ہاں میرا ئے کہاں ہے؟" اب کی بار ان کے دل پر مزید بوجھ پڑا۔

اس کی خاموشی ان کے دل کو مزید ڈبو رہی تھی۔

نینا یہ سب خاموشی سے دیکھ رہی تھی۔ وہ بے یقینی کا شکار تھی۔ اس نے کبھی براق کو اس حالت میں نہیں دیکھا تھا۔ یوں جیسے اسے شکست، ہار اور تباہی، ملی ہو۔

"آنے وہ" اس نے جواباً کچھ کہنا چاہا مگر اس کی زبان اس کے دل اور دماغ کا ساتھ نہیں دے

رہی تھی۔

"تم اب میرے صبر کو آزمارہے ہو جلدی بتاؤ مجھے !۔" وہ غرائیں۔

"آنے !میرائے نہیں رہی۔" اس نے نظریں اٹھاکر ان کی جانب دیکھااور شکست خوردہ لہجے میں کہا۔

جیمرے خاتون یہ سن کر ساکت سی رہ گئیں۔ ان کی آنکھیں نم ہو گئیں بے حد نم۔

آنکھ سے لڑھکتا ہوا آنسو ان کے گال کو چھو گیا۔ ان کی آنکھوں سے متواتر آنسو بہنے لگیں۔ وہ سامنے رکھی کرسی پر دھیرے سے بیٹھیں۔ براق نے ان کو سہارادیا۔ وہ حواس باختہ ہو چکی تھیں۔

نینابراق کی جانب بڑھی تو اس نے اسے بس اتناہی بتایا کہ میرائے اب نہیں رہی لیکن یہ سب ابھی اس نے ان دونوں کو نہیں بتایا تھا کہ اس کی موت کیسے واقعہ ہوئی۔

میرائے کی موت کی خبر نے نینا کے اوپر ایک اور انکشاف بلکہ ایک اور قیامت برپا کر دی۔

وہ جیمرے خاتون کے برابر میں رکھی کرسی پر دھیرے سے بیٹھی۔ اس کی آنکھوں میں سے بھی مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ اس وقت جیمرے خاتون کو بھی تسلی نہیں دے سکتی تھی۔ اتنے کم

عرصے میں اس کا ان سب کے ساتھ جتنا تعلق مظبوط ہوا تھا اتنا ہی اس کا "میر ائے" کے ساتھ بھی تعلق مظبوط ہوا تھا۔

یوں کسی اپنے کا ایک دم چلے جانا کسی قیامت سے کم نہیں ہوتا۔

جیمرے خاتون سسک رہی تھیں۔ براق انہیں کوئی تسلی نہیں دے رہا تھا کیونکہ اس وقت وہ اس حالت میں نہیں تھا کہ وہ کسی کو تسلی دے۔

ان کے رونے کی آواز جب کچھ بلند ہونا شروع ہوئی تو انہوں نے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر رکھے جیسے خود کو چلانے سے روکا ہو اور پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

نینا اور براق انہیں بھیگی آنکھوں سے یوں آنسو بہاتا دیکھ رہے تھے۔

ان تینوں کے چہروں پر اب بہت کچھ تھا۔۔ حد درجہ کی بے یقینی۔۔ تکلیف۔۔ غم۔۔
لیکن

براق کے دل۔۔ دماغ۔۔ نگاہوں اور چہرے پر کچھ اور بھی تھا۔۔ پچھتاوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شام کے سائے سمٹ رہے تھے۔ یہ شام بہت اداس تھی۔ سورج جاتے جاتے لہو کے جیسے رنگ بکھیرنے پر تلا ہوا تھا۔ ہر سو پھیلی نارنجی شعاعوں میں کچھ زیادہ ہی سرخی جھلک رہی تھی۔

میت کی تدفین ہو چکی تھی۔

ان کے گھر میں بہت سے لوگوں کا رش لگا ہوا تھا۔ ایمرے چچا، احمت، ایرن یہاں تک کہ، دندار بے بھی انہیں اس دکھ اور تکلیف میں حوصلہ دینے کے لیے موجود تھے۔

وہ سب براق کے ساتھ باہر موجود تھے۔ جیمرے خاتون ڈرائنگ روم میں حواس باختہ سی حالت میں فرش پر بیٹھی تھیں۔ ان کی آنکھیں برس برس کر سوجھ چکی تھیں۔ ایسی ہی حالت نینا کی بھی لیکن اس نے ان کو سہارا دینا تھا، اس لیے اس نے کافی حوصلہ اور صبر کیا ہوا تھا تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شام کے سائے فنا ہوئے تو رات کے اندھیرے نے اپنے پر استنبول پر پھیلا دیے۔ شام کی طرح ہی یہ رات۔۔ یہ اندھیرا۔۔ آسمان پر چمکتا ہوا چاند۔۔ بہت اداس لگ رہا تھا۔

جس طرح سے وہ اندھیرا ساری کائنات پر چھایا تھا ویسے ہی وہ اندھیرا ان سب کے دلوں پر بھی چھایا تھا۔

جیمرے خاتون کی طبیعت کافی ناساز تھی۔ ڈاکٹرز نے انہیں آرام کرنے کا کہا تھا۔ انہیں ڈاکٹرز نے نیند کی دوائی دی تھی جس وجہ سے وہ اپنے کمرے میں گہری نیند میں سو رہی تھیں۔ انہیں یہ زبردستی دی گئی تھی، ورنہ وہ تو کچھ کھانے پینے پر راضی نہ تھیں۔ وہ آج جس "غم" کا شکار تھیں

اس میں انہیں کھانا پینا کہاں یاد رہنا تھا؟

یہ ان تینوں ے کے لیے ایک آزمائش تھی ،ایک ماں کا اپنی "**اولاد**" سے بچھڑ جانا۔۔

ایک بھائی اپنی "**بہن**" کو کھو دینا اور ایک دوست کا اپنی "**وفادار دوست**" سے جدا ہو جانا۔

نینا اس وقت جیمرے خاتون کے پاس ان کے کمرے میں ہی موجود تھی۔ کمرے کے بتیاں بجھی ہوئی تھیں۔ وہ سامنے رکھے صوفے پر نڈھال سی ہو کر ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھوں میں سے ابھی بھی آنسو بہہ رہے تھے۔ آج کا دن اگر براق اور جیمرے خاتون کے لیے "ایک قیامت" لایا تھا تو نینا کے لیے یہ دن ایک نہیں بلکہ " دو بار قیامت" لایا تھا۔

کمرے میں بے حد خاموشی تھی ۔۔اور پھر دروازہ کھلنے کی آواز۔۔ بجھی ہوئی بتیاں جلیں۔۔

قدموں کی آواز۔۔ اس نے فوراً دروازے کی جانب نگاہ دہرائی۔

براق یامان کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔ اسے دیکھ کر نینا فوراً صوفے سے اٹھی۔ سیاہ آنکھیں نیلی آنکھوں سے ٹکرائیں تو سیاہ آنکھوں میں سے ایک آنسو بہتا ہوا اس کے گال چھو گیا جسے اس نے ہاتھ سے دھیرے سے صاف کیا۔ وہ اس کی جانب آہستگی سے بڑھی تا کہ جیمرے خاتون اٹھ نہ جائیں۔

اس تک پہنچتے ہی براق نے یک دم اس سے نظریں چرائیں...یوں کہ وہ اپنی آنکھوں میں موجود

نمی یا شاید "وہ بارش جو برسنا چاہ رہی تھی" اسے چھپا لے لیکن وہ ناکام رہا تھا... نینا نے اس بارش کو دیکھ لیا تھا۔

"آنے کی طبیعت کیسی ہے؟" اس نے جیمرے خاتون کی جانب دیکھتے ہوئے زخمی سے انداز میں پوچھا۔

"پہلے سے بہتر ہے۔ ڈاکٹرز کہہ رہے تھے کہ کچھ دن آرام کریں گی تو ٹھیک ہو جائیں گی۔" اس نے بھی ان کی جانب دیکھتے ہوئے تاسف بھرے لہجے میں کہا تو براق نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ آہستگی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر نکلا۔ نینا نے کمرے کی بتیاں بجھائیں اور دروازے کو دھیرے سے بند کرتے ہوئے وہ بھی کمرے سے باہر نکلی۔

(جیمرے خاتون کا کمرہ بالائی منزل پر نہیں تھا۔ ان کے کمرے سے باہر لونگ روم تھا۔ وہاں آج کچھ بتیاں جل رہی تھیں اور کچھ بجھی تھیں... بالکل ان کے دلوں کی طرح!۔)

براق وہاں موجود رولنگ چیئر کو کھینچ کر بیٹھا اور پھر اس سے ٹیک لگا کر اس نے ایک گہری سانس لی۔ نینا کچھ لمحے اس سے تھوڑا فاصلے پہ کھڑی اسے یوں دیکھتی رہی۔ الفاظ اس کے لیے کبھی مشکل نہ تھے لیکن آج اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ براق سے کیا کہے یا شاید الفاظ

کو زبان تک لانے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔

وہ دھیرے سے براق کی جانب بڑھی اور اس کے سامنے رولنگ چیئر کے ساتھ فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھی۔

دیوار پر ایک کھڑکی تھی جس کے پردے ہٹے ہوئے تھے۔اس میں سے آسمان پر چاند چمکتا ہوا نظر آ رہا تھا۔براق کی نظریں اس چاند پر جمی تھیں۔نینا کب اس کے سامنے آ کر بیٹھی اس کا اسے احساس ہو گیا تھا... لیکن پھر بھی اس نے اس کی جانب دیکھا نہیں۔کچھ تھا اس کی نظروں میں ایک پچھتاوا اور شکست۔وہ نینا سے آنکھیں نہیں ملا پا رہا تھا۔

"کیا دیکھ رہے ہیں؟" اس نے بمشکل آواز نکالتے ہوئے پوچھا۔یہ ایک بہت ہی احمقانہ سوال تھا جو اس کی زبان سے خود بخود ادا ہوا۔

"تم جانتی ہو "میرائے" کا مطلب کیا ہے؟" براق نے چاند پر نظریں جمائے ہوئے نینا سے سوال پر سوال کر ڈالا۔وہ بکھرا ہوا ۔۔بے حد بکھرا ہوا ۔۔اور زخمی زخمی سا لگ رہا تھا۔

نینا نے اس کا سوال سن کر نفی میں سر ہلا دیا۔اس کی نظریں متواتر اسے ہی گھورنے میں لگی ہوئی تھیں۔شاید اسے اس کی ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔

"میرائے کا مطلب ہے "چاند کی طرح"۔" براق نے اب کی بار نینا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

اس نے یہ سن کر اثبات میں سر ہلا دیا۔ کچھ پل وہاں خاموشی رہی۔ گھر آج "سائیں سائیں" کر رہا تھا۔ اس جیسی خاموشی ان کے گھر میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔

"میرا ئے کے ساتھ۔۔ یہ سب۔۔ کس نے کیا؟" نینا نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان کے ساتھ پوچھا۔

یہ وہ سوال تھا جو "براق" کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔ وہ چند لمحے خاموش رہا۔ اس کے حلق میں کچھ اٹکا تھا...

"میرا ئے کے ساتھ۔۔ **(اس نے ایک گہری سانس لی)** میں تمہیں سب بتاتا ہوں۔۔"

وہ کہتا ہوا رک گیا۔ اس نے نینا سے نظریں ہٹا کر دوبارہ سے آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کی جانب اپنی نگاہیں دہرائیں۔ اس نے چند لمحے بعد کچھ کہنے کے لیے اپنے لب کھولے تو وہ اپنے الفاظ ادا نہ کر پایا۔

"مرات!۔۔ اس ہی نے کیا ہے نا یہ سب۔"

اور اس جملے کو سن کر وہ دونوں شاکڈ رہ گئے کیونکہ یہ نہ ہی براق نے کہا تھا اور نہ ہی نینا نے۔ یہ جملہ ان کے سامنے کمرے کا دروازہ کھولے کھڑیں "جیمرے خاتون" نے رندھی ہوئی آواز میں کہا تھا۔ براق کے چہرے پر بہت کچھ تھا۔۔ پچھتاوا۔۔ اور نینا کے چہرے پر نا سمجھی۔

"آنے آپ کو کیسے معلوم؟" وہ یہ کہتا ہوا رولنگ چیئر سے اٹھا۔

"تمہیں کیا لگا تھا براق؟ تم دونوں بہن بھائی کچھ بھی کرتے رہو گے اور مجھے معلوم نہیں ہو گا؟"

انہوں نے حلق میں پھنسی ہوئی آواز کے ساتھ کہا۔

"آنے۔۔ آپ ادھر آئیں۔۔ بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ جیمرے خاتون کی جانب بڑھا اور اس نے اور نینا نے انہیں نرمی سے بازوؤں سے تھام کر انہیں سامنے رکھی رولنگ چیئر پر بٹھایا۔

"وہ مرات کبھی خوش نہیں رہ پائے گا۔۔ تم دیکھنا! وہ بہت پچھتائے گا۔۔ بہت!۔"

ان کی آنکھوں میں سے اب ابلتا ہوا گرم پانی برسنے لگا۔

"آپ کو یہ سب کیسے معلوم؟" براق نے چند لمحے بعد انہیں تسلیاں دینے کے بعد پوچھا۔ یہ وہ سوال تھا جس کا جواب نہ ہی "براق" کے پاس تھا اور نہ ہی "نینا" کے پاس۔

اس کا سوال سن کر جیمرے خاتون زخمی سے انداز میں مسکرانے لگیں۔ ان کے مسکرانے کی وجہ انہیں سمجھ نہ آئی۔

"اکثر بچوں کو لگتا ہے کہ وہ سب جانتے ہیں۔۔ لیکن بیٹے! **(انہوں نے براق کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا)** ماں جو ہے نا آپ اس سے کوئی بھی چیز چھپا نہیں سکتے۔"

انہوں نے آنسوؤں کی بارش جاری رکھتے ہوئے کہا تو براق نے پیار سے ان کا سر اپنے کندھے پر رکھا اور ان کا ہاتھ احترام سے چوم لیا۔ اس کی آنکھیں بھی اب برسنے لگی تھیں۔ وہ سب کے سامنے اپنے آنسوؤں پر قابو پا سکتا تھا لیکن اپنی **"ماں"** کے سامنے وہ اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں پا سکتا تھا۔

"جس دن میراۓ کو تم مرات کی حقیقت بتا رہے تھے تب میں میراۓ کو کسی کام سے اس کے کمرے میں بلانے گئی تھی۔"

(وہ میراۓ کا کمرہ تھا جہاں براق اسے مرات کی حقیقت بتا رہا تھا تو دوسری جانب میراۓ کی آنکھوں میں سے آنسو برس رہے تھے۔ کمرے کا دروازہ ہلکا سا کھلا تھا۔ جیمرے خاتون وہاں کھڑی تھیں اور یہ منظر ان دونوں کی نگاہوں سے چھپ کر دیکھ رہی تھیں۔)

"وہاں میں نے تمہیں جب دیکھا تو مجھے حیرت ہوئی ۔۔ کہ تم کس وقت آۓ اور مجھ سے ملے بھی نہیں۔" وہ زخمی سے انداز میں ہلکا سا مسکرائیں۔

"جب میں نے میراۓ کو روتے دیکھا **(انہوں نے ہاتھ کی پشت سے اپنے آنسو صاف کیے)** مجھے اسی لمحے اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی مسئلہ ہے۔" انہوں نے چند لمحے کا وقفہ لیا۔

"میں وہیں کھڑی رہی ۔۔ تم دونوں کو سننے لگی ۔۔ میں نے سوچا کہ" وہ کہتے ہوئے رکیں۔

"میں نے سوچا کہ میں تم دونوں سے اس بارے میں ضرور بات کروں گی۔ لیکن میں نے اپنا فیصلہ بدل لیا۔ جانتے ہو براق! میں نے اپنا فیصلہ کیوں بدلا؟" انہوں نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تو براق نے نفی میں سر ہلا دیا۔ نینا یہ سب سن رہی تھی تو اس کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آ کر گزر رہا تھا۔

("اتنا کچھ ہو گیا ان کی زندگی میں اور مجھے کچھ معلوم بھی نہیں۔"

نینا نے دل ہی دل میں حیران ہوتے ہوئے سوچا۔)

"میں نے دیکھا کہ میرائے بدل رہی ہے۔ وہ اپنی زندگی میں آگے بڑھ رہی ہے۔ وہ بہتر ہو رہی ہے!۔" انہوں نے اپنے ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ ان کی آنکھوں میں میرائے کے لیے محبت ۔۔عزت ۔۔ستائش۔۔ سب کچھ تھا!۔

"اور پھر میں نے ایک دن میرائے کو **"قرآن"** پڑھتے ہوئے دیکھا۔" ان کی آنکھوں میں ایک خاص چمک اُمڈ آئی۔

"تم جانتے ہو اس دن میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں میرائے سے کبھی اس کی غلطیوں کے بارے میں نہیں پوچھوں گی۔ کیونکہ **(انہوں نے ایک گہری سانس لی)** میں نہیں چاہتی تھی کہ

وہ میرے سامنے شرمندہ ہو۔ وہ میرے سامنے سر اٹھا کر بات نہ کر سکے۔ وہ مجھ سے نظریں نہ ملا سکے۔ صرف اس لیے ۔۔ صرف میرا ئے کے لیے ۔۔ میں نے تم لوگوں سے کچھ نہیں کہا۔"

انہوں نے اپنی بات مکمل کی تو ان کی آنکھیں دوبارہ برسنے لگیں۔

براق نے انہیں نرمی سے گلے لگایا لیکن وہ کچھ کہہ نہ سکا۔

کبھی کبھی سب سے مشکل کام "کچھ کہنا" لگتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات گہری ہو چکی تھی ۔۔ بے حد گہری۔ جیمرے خاتون کی طبیعت کافی خراب تھی جس وجہ سے وہ گہری نیند کے سائے میں ڈوب چکی تھیں۔ براق کچھ دیر ان کے کمرے میں ان کے پاس ہی رہا تا کہ وہ سو جائیں۔ کیونکہ اگر وہ جاگتی رہتیں تو ان کی طبیعت زیادہ ناساز ہو سکتی تھی۔ جیمرے خاتون کے سونے کے بعد وہ ان کے کمرے سے باہر نکلا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے ارد گرد نگاہ دہرائی تو اسے نینا کہیں دکھائی نہ دی۔ اس کے بجھے ہوئے چہرے پر ناسمجھی کی لہر جھلکی۔ اور پھر گھبراہٹ اور خوف کی لہر نے اسے گھیرا۔ کسی اپنے کی غیر موجودگی اس وقت اس کے لیے خطرے کے الارم سے کم نہ تھی۔

پھر اچانک اس کے ذہن کے پردوں پر کچھ جھلکا۔

وہ کھڑکی کی جانب بڑھا اور کھڑکی کا پردہ پیچھے کی طرف کرتے ہی اس نے اس سے باہر دیکھا۔ نیٹٹوریم کے سامنے زمین پر بیٹھی وہ چاند کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے سیاہ بال ایک ڈھیلی سی پونی میں بندھے تھے جو ایک طرف کو گر رہے تھے۔

چاند کی روشنی پول کے نیلے پانی کے اوپر رقص کر رہی تھی۔ وہ چند لمحے اس منظر کو دیکھتا رہا اور پھر کھڑکی کو پردوں سے ڈھک کر وہ کمرے سے باہر نکلا۔

نینا کی آنکھوں میں آج بہت کچھ تھا۔ اس کے کندھوں پر آج جیسے کوئی بوجھ سا پڑ گیا تھا۔ اور ذہن میں تو اس کے آج کئی سوچوں کا طوفان چل رہا تھا۔ حالات ہی کچھ ایسے تھے۔ ایک دم ہی اتنا کچھ ہو گیا، اس کی امید کسی کو نہ تھی۔

"مجھے پاکستان جانا ہو گا لیکن۔۔"

اس کے ذہن میں بار بار یہ ہی بات اٹھ رہی تھی۔ بے شک میرائے سے اس کا تعلق کافی گہرا تھا اور یہ دکھ بھی کافی بڑا تھا لیکن پھر بھی اس کا اب پاکستان جانا کئی وجوہات کی بنا پر ضروری نہیں بلکہ **"بہت ضروری"** تھا۔ اور وہ اس حقیقت سے منہ بھی نہیں پھیر سکتی تھی۔

"نینا!۔" اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ نرمی سے رکھ کر براق نے اسے پکارا تو وہ گھبرا کر زمین سے اٹھی۔

وہ حیران ہوا، اس کی ایسی حالت براق نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

"سوری! میں بس۔۔" وہ کہنے کے لیے الفاظ تلاش کرنے لگی۔

"کوئی بات نہیں۔ بیٹھو۔" براق یہ کہتا ہوا پول کے سامنے بیٹھ گیا۔ نینا بھی اس کے برابر میں آ کر بیٹھی۔

کچھ لمحے وہاں خاموشی نے اپنا بسیرا کیے رکھا۔ یہ جولائی کا مہینہ تھا لیکن آج ہوا میں نمی تھی۔۔

ٹھنڈی ہوا کی بہت ہلکی سی لہریں تھیں۔ اس خاموشی میں اس وقت صرف ٹھنڈی ہوا کے ارد گرد رقص کرنے کی آواز شامل تھی۔

"تم پاکستان چلی جاؤ۔" چند ہی لمحے بعد براق نے خاموشی توڑ ڈالی۔

نینا یہ سن کر حیران ہوئی۔ اس نے پول کے پانی پر جمائی ہوئی نظریں اٹھا کر بے یقینی سے براق کو دیکھا جو بے حد بکھرا ہوا لگ رہا تھا۔

براق نے اس سے وہی کہا جو وہ اس سے کہنا چاہتی تھی لیکن اس کے منہ سے یہ سن کر اسے حیرت ۔۔۔بے یقینی۔۔ اور تکلیف ہوئی۔

"کیا؟" اس نے نا سمجھی سے پوچھا۔

"تم پاکستان واپس چلی جاؤ۔" اس نے نینا سے نظریں ہٹا کر پول کے پانی کے اوپر نظریں جمائیں جن پر اب چاند کی روشنی رقص کرتی ہوئی اسے کوئی مسرت نہیں دے رہی تھی جیسے کچھ دن پہلے دیا کرتی تھی۔

"کیوں؟" سوال فوراً پوچھا گیا۔

"کیونکہ میں اب اور کسی کو نہیں کھونا چاہتا۔" جواب دوٹوک انداز میں دیا گیا۔

"براق! ادھر بھیج کر آپ کو لگتا ہے کہ مجھے کوئی نقصان۔۔" سلطانہ کی بات مکمل نہ ہو پائی۔

"میں نہیں جانتا کچھ! مجھے بس اتنا معلوم ہے کہ جب تک میں اس گھٹیا شخص **(اس کی نیلی آنکھوں میں سرخی اتر آئی)** کو ختم نہیں کر دیتا تب تک میں تم سے اور آنے سے نہیں ملوں گا۔" اس نے طیش سے بھرے ہوئے انداز میں کہا تو وہ ساکت سی رہ گئی۔ کچھ دیر کے لیے اسے سمجھ ہی نہیں آیا کہ وہ کیا کہے یا کچھ کہنا چاہیئے بھی تھا یا نہیں؟

"ٹھیک ہے! میں پاکستان چلی جاؤں گی۔" اس نے نظریں جھکائے ہوئے کافی تکلیف دہ انداز میں کہا۔ براق جو اسے نظر انداز کرتا ہوا یا شاید اس کی تکلیف اور اداسی کو نظر انداز کرتا ہوا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا ایک دم اس کے الفاظ پر چونکا۔

"کیا؟ کیا کہا تم نے؟" اب حیران ہونے کی باری سلطان کی تھی۔

"میں نے کہا کہ میں پاکستان چلی جاؤں گی۔" جواب پھر دوٹوک آیا۔ وہ ساکت رہ گیا کہ وہ اتنی جلدی مان کیسے گئی۔۔ حیرانی تب زیادہ نہ ہوتی اگر بات یہ نہ ہوتی کہ وہ اس سے دور ہونے پر راضی ہو گئی ہے۔

"اگر آپ یہ مجھ سے نہ بھی کہتے تب بھی میں آپ سے یہ ہی کہنے والی تھی۔" اس کا یہ جملہ سن کر وہ مزید حیران رہ گیا۔ نا سمجھی اور بے یقینی کی لہروں نے اس کو جکڑ لیا۔

"کیوں؟" سوال چند لمحے بعد پوچھا گیا۔ نینا ہلکا سا مسکرائی۔ اس کی خاموشی نے اسے مزید بے چین کیا۔ وہ اب پول کے پانی پر دوبارہ نظریں جمائے ہوئے تھی اور براق کی نظریں اسی کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"جانتے ہیں آپ! جب مجھے میرائے کی خبر ملی تو میں نے امی اور بابا کو اس بارے میں بتایا۔۔ وہ سب یہاں آنا چاہ رہے تھے **(اس نے ایک گہری سانس لی)** لیکن میں نے انہیں منع کر دیا۔" وہ صاف گوئی سے اسے بتا رہی تھی تو براق کے چہرے پر ایک کے بعد ایک رنگ آ کر گزر رہا تھا۔

"وہ بھی یہ سن کر ایسے ہی حیران ہوئے تھے جیسے آپ اس وقت ہو رہے ہیں۔" اس نے اب سلطان کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

کچھ لمحے کا اس نے وقفہ لیا۔ دونوں جانب خاموشی چھائی رہی۔ ایک سننے کا منتظر تھا اور دوسرا کہنے کا۔

"آپ کو معلوم ہے ۔۔ میرا ئے کی خبر ملنے سے پہلے مجھے معلوم ہوا تھا کہ میں اتنے عرصے سے جس شخص کے ساتھ کام کر رہی ہوں۔۔ وہ شخص جس نے مجھے ایک ظالم! ہاں ظالم! کے خلاف اتنے ثبوت دیے ۔۔ میری اتنی مدد کی۔۔ ان کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔"

سلطانہ کی آنکھیں اب سلطان کی آنکھوں کی طرح ہی سرخ ہو گئی تھیں۔ وہ یہ سب اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ دوسری جانب سلطان اس کے الفاظ خاموشی سے سن رہا تھا۔

"اور اب میرا پاکستان جانا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر میں اب پاکستان نہ گئی اور میں نے وہ "امانت" جو مجھے "انہوں" نے دینی تھی وہ نہ لے پائی تو میں ایک "غدار" کہلاؤں گی۔ جس کے پاس ظالم کے خلاف سب ثبوت تھے لیکن وہ صرف ظالم کے خلاف لڑی نہیں۔" اس کی آواز اب بھیگ رہی تھی۔

براق نے اس کے ارد گرد اپنے بازو پھیلائے اور اسے نرمی سے اپنے ساتھ لگایا۔ دونوں کی صورتحال اس وقت ایک جیسی تھی۔

دونوں نے کسی کو کھویا تھا کسی اپنے کو یا کسی محسن

کو ۔۔دونوں کو شکست ہوئی تھی۔۔ بس دونوں نے اقرار کر لیا۔۔ زبان سے نہیں۔۔

دل ہی دل میں۔

کچھ دیر وہ دونوں ایک دوسرے کو تسلیاں اور حوصلہ دیتے رہے اور پھر باری آئی تھی ایک

دوسرے کی ہمت بندھانے کی!

جس کی شروعات سلطانہ نے کی!

"براق!جو بھی ہوا۔۔ غلط ہوا بلکہ بہت غلط!۔لیکن اب بھی آپ اور میں ہارے نہیں

ہیں۔"اس نے براق کے کندھے سے اپنا سر اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا تو اس کی آنکھوں میں

اب کی بار ایک خاص "چمک "امڈ آئی۔براق اس کی بات سن کر بے ساختہ مسکرا دیا۔

نینا کو اس کے اس طرح مسکرانے کی وجہ سمجھ میں آگئی اور اس کو اس کے اس طرح مسکرانے کی

توقع بھی تھی۔

"کیا ہوا؟"اس سوال کا جواب جانتے ہوئے بھی اس نے براق سے پوچھا۔

"مجھے حیرانی ہو رہی ہے کہ تم اب بھی یہ کہہ رہی ہو۔ مطلب مجھے تمہارا نہیں معلوم لیکن اپنا ضرور معلوم ہے کہ میں "ہار" گیا ہوں۔" اس نے چہرے پر ایک زخمی سی مسکراہٹ لیے ہوئے شکشت خوردہ لہجے میں کہا۔

"براق! آپ صرف تب ہارتے ہیں جب آپ ہار "مان" جاتے ہیں۔"

اس کے لہجے میں کچھ خاص تھا جس نے چند لمحے کے لیے براق کو خاموش کروادیا۔ وہ اسے خاموشی سے دیکھنے لگا۔ کچھ تھا اس کی بھی آنکھوں میں۔

"جو بھی ہے۔۔ مگر اب مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میرے لیے جیتنا ناممکن ہے۔"

اس کے دل میں جو تھا ۔۔ جو اسے کھٹک رہا تھا۔۔ اس نے بلا جھجھک کہہ ڈالا۔

اس نے آج تک اپنے دل کی بات یوں کسی کے سامنے نہیں کہی تھی۔ اس کی بات سن کر اب نینا مسکرائی۔

"براق! ناممکن کو حاصل کرنے کی بات ہے نا جہاں تک تو یہ برے وقت سے نمٹنے کا سوال ہے۔ کیونکہ

(اس نے وقفہ لیا ۔۔ براق کی نگاہیں اور اس کے تاثرات صاف یہ بتا رہے تھے کہ وہ اسے سننے کا منتظر تھا۔)

"جب آپ ایک "غیر متزلزل راستہ اختیار کرتے ہیں یا آپ کا "مقصد "بڑا ہو تو آپ کو ناکامی کے لیے تیار رہنا ہوتا ہے۔"

وہ کہہ رہی تھی ۔۔بہت اعتماد کے ساتھ۔۔وہ سن رہا تھا بہت یقین کے ساتھ۔

"ناکامی ہو گی۔لیکن آخر میں آپ کو معلوم ہے کون لوگ جیتتے ہیں؟"

"جو ہار نہیں مانتے۔جو ہر مشکل سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔"

اس کے الفاظ براق کو امید۔۔ یقین۔۔ حوصلہ اور ہمت بخش رہے تھے۔

"قرآن پاک کی آیت ہے کہ

"وہ جو ایمان رکھتے ہیں اللہ ان کے خوف دور کر دیتا ہے۔"

"ہمیں ہار کا خوف نہیں رکھنا۔جو ہارنے سے ڈرتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو پاتا۔اور نہ ہی ہم میں کسی کو کھو دینے کا خوف ہونا چاہیئے!۔"

"خوف انسان کو بڑے کام کرنے سے روکتا ہے۔اور جو ہارنے سے ڈرتا ہے وہ کبھی جیتتا نہیں۔"

اس نے براق سے نظریں ہٹا کر آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کو دیکھتے ہوئے بہت پر اعتماد انداز میں کہا۔

"زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے براق! پھر ہم کیوں کسی اور سے ڈریں؟"

اب کی بار براق نے کندھے اچکائے جیسے وہ اس کی بات سے متفق تھا۔

"جانتے ہیں "خوف "ہمیشہ انسان کو "کامیابی" سے روکتا ہے۔"

"جب آپ کے اندر سے "ہار "کا خوف ختم ہو جاتا ہے تو آپ کامیاب ہو جاتے ہیں۔"

(وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے الفاظ میں کتنی تاثیر ہے۔اس کے الفاظ براق کی زخمی روح پر مرہم کی طرح برس رہے تھے۔)

"اور جانتے ہیں ڈر اور خوف صرف کس کا ہونا چاہیئے؟"

"اللہ کا۔"

"کیونکہ وہی تو کل کائنات کا مالک ہے۔ اسی کے ہاتھ میں تو عزت اور ذلت ہے۔ اسی کے ہاتھ میں تو رزق ہے۔ وہی تو زندگی اور موت کا مالک ہے۔"

اس نے اپنی بات مکمل کی تو نیلی آنکھیں سیاہ آنکھوں سے ٹکرائیں۔ بہت کچھ تھا جو خاموشی سے ایک دوسرے سے کہہ دیا گیا تھا۔ ایک مسکراہٹ جو ان دونوں کے چہرے پر جھلکی، اس نے خاموشی سے ہی بہت سی باتوں کا اظہار کر دیا۔

"میں تمہاری پرسو کی فلائٹ بک کروادیتا ہوں۔ تم پیکنگ شروع کر دینا کل سے۔"

اس نے کھوئے کھوئے سے انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آنے کو آپ یہیں رکھیں گے؟"

"نہیں۔ وہ یہاں نہیں رہ سکتیں۔ میں انہیں یہاں رکھ کر کسی خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔"

اس نے سنجیدگی سے اپنی بات کہی تو نینا نے اس سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ انہیں کہاں بھیج دے گا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر براق اس بتانا چاہتا تو بتا دیتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے نرم پردے خاموشی کے آغوش میں بسے تھے۔ اطراف میں آسمان تک پہنچنے والے قدیم اور گھنے درختوں کا جال بچھا تھا جہاں کئی راز پوشیدہ تھے۔ روشنی نہ ہونے کے برابر تھی مگر پھر بھی اس جامنی رنگ کے لباس میں ملبوس اس لڑکی کو سب کچھ ٹھیک دکھائی دے رہا تھا۔ آج وہ یہاں پھر موجود تھی۔

آسمان سے خوب برف پڑ رہی تھی۔ زمین جو کہ برف کے قالین سے ڈھکی تھی اس میں سے ایک پرندہ نکلنے کی بہت کوشش کر رہا تھا لیکن وہ اس برف کی قید سے نکل نہیں پا رہا تھا۔

اس کی نظریں اس پرندے کی جانب بڑھیں تو وہ فوراً اس کی جانب بڑھی۔ اس کا دل تھا ہی ایسا، کسی بھی انسان، جانور یا پرندے کو تکلیف میں دیکھ کر تڑپ اٹھتا۔

وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھی۔ اب کی بار ہوا کا رخ تیز ہو گیا۔ برف بھی اب پہلے کی نسبت آسمان سے زیادہ گرنے لگی۔ اس کی آنکھیں دھندلانے لگیں۔ ہاتھ کانپنے لگے۔ دھڑکنیں مزید تیز ہونے لگیں۔ آنکھوں کے آگے ایک پردہ سا آنے لگا۔ وہ اب پرندے کو دیکھ نہیں پا رہی تھی۔

اور پھر برف اور ٹھنڈی ہوا مزید تیز چلنے لگی۔ اتنی تیز کہ اب اس کے سانس لینے میں دشواری پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ وہ زمین سے اٹھی اور اپنا ہاتھ اپنی گردن پر رکھا اور زور زور سے سانس لینے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن سب بے سود رہا۔ سانس بالکل بند ہو رہا تھا۔ اب کی بار اس کی آنکھوں کے آگے ایک جال سا آنے لگا، گہرا جال!۔ جیسے جب کسی کی روح قبض کی جا رہی ہو تو اس کی حالت ہو رہی ہو۔ اس کا جسم منجمد ہونے لگا۔

اور پھر۔۔

اس کے قدم لڑکھڑا گئے۔ وہ زمین پر گر پڑی۔ سانس اب بالکل بند ہو رہا تھا۔ زبان سے کوئی لفظ بھی ادا نہیں ہو پا رہا تھا۔

پھر ذہن میں کچھ ابھرا۔۔ اور پھر اس نے اپنا ایک ہاتھ زمین کی طرف بڑھایا۔

دوسرا ہاتھ ابھی بھی اس کی گردن پر تھا۔ بند ہوتی آنکھوں سے اس نے اپنے ساتھ دیکھا اور پھر اس کے ہاتھ کو کسی چیز نے روکا۔ اس نے غور سے دیکھنے کی کوشش کی تو یہ وہی پرندہ تھا۔

اس نے اپنے ہاتھ سے برف کو پیچھے کرنے کی کوشش شروع کی۔ یہ کام بہت سست روی سے ہو رہا تھا کیونکہ ایک طرف اس کی سانسیں بند ہو رہی تھیں اور دوسری طرف برف اور تیز ہوا کی وجہ سے اسے کچھ ٹھیک سے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

چند ہی لمحے بعد وہ پرندہ اس تیز ہوا اور برف میں اپنے پر ہلانے لگا۔ یہ دیکھ کر اسے لگا کہ وہ کامیاب ہو گئی ہے۔

وہ پرندہ اب اپنے پر پھیلاتا ہوا آسمان میں اڑنے لگا۔ وہ یہ سب اس تیز ہوا اور برف کے ڈھیر میں بھی صاف صاف دیکھ پا رہی تھی۔ وہ پرندہ آسمان میں اپنے پورے جوش و خروش کے ساتھ ارد گرد گھوم رہا تھا۔ اسے یوں اپنی قید سے آزاد ہوتا دیکھا کر وہ بہت خوش ہوئی بس وہ اس کا اظہار نہیں کر پا رہی تھی۔

کیونکہ اب اس کو سانس لینے میں مزید دشواری ہونے لگی تھی۔ اچانک اس کی سیاہ آنکھوں کے آگے ایک گہرا جال مزید گہرا ہونے لگا۔

اس نے اپنی گردن پر ہاتھ کی گرفت مزید بڑھائی اور تیز تیز سانس لینے کی کوشش کرنے لگی مگر اب کوئی فائدہ نہیں ہو پا رہا تھا۔

ہاتھ کی گرفت کم ہونے لگی۔ گردن سے ہاتھ ہٹ گیا۔ اور اب ہر طرف صرف اور صرف اندھیرا چھارہا تھا۔ وہ اب سانس بھی نہیں لے پا رہی تھی۔ آسمان اب مزید طوفان قائم کر رہا تھا جس میں وہ اب فنا ہو رہی تھی یا شاید فنا ہو چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تھرتھراتے جسم کے ساتھ وہ نیند سے بیدار ہوئی تو کھڑکی سے باہر فجر کی اذان کی آواز استنبول پر ہر سو چھاگئی تھی۔ اس وقت اتنی ٹھنڈ نہیں تھی جتنی اسے محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز تیز دوڑ رہی تھیں۔ آنکھیں خوف اور ناسمجھی سے پھیلی ہوئی تھیں۔ ایک ہاتھ اپنی گردن کی طرف بڑھاتے ہوئے، اس نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ وہ ٹھیک ہے یہ نہیں۔

وہ خواب تھا لیکن اسے حقیقت لگ رہا تھا۔

کچھ خواب ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جو اکثر حقیقت لگتے ہیں اور شاید وہ حقیقت میں تبدیل ہونے والے ہوتے ہیں، بس ہم اسے محسوس نہیں کر پاتے۔

اذان کی آواز کے علاوہ صرف خاموشی تھی ہر سو۔

یک دم اس کے کندھے پر کسی نے اپنا ہاتھ رکھا تو وہ گھبرا کر بیڈ کے ساتھ لگی۔

"کیا ہوا نینا؟ تم ٹھیک ہو؟" براق کی آواز میں اس کے لیے پریشانی تھی۔ اور نینا یہ سن کر مزید پریشان ہوئی۔ وہ اسے اس خواب کے بارے میں نہیں بتانا چاہتی تھی۔ بس خاموشی سے اپنی خوف اور گھبراہٹ سے بھری نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔

"کیا ہوا ہے؟ تم کچھ بول کیوں نہیں رہی؟" اس نے ساتھ رکھی ٹیبل کا لیمپ آن کیا اور اس پر سے پانی کے گلاس میں سامنے رکھی بوتل سے پانی انڈیلا۔ دوسری جانب اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"یہ لو پانی۔" پانی کا گلاس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے نینا سے تشویش اور پریشانی کے عالم میں کہا۔

"کچھ نہیں ہوا مجھے۔ بس ایک برا خواب تھا۔" اس نے پانی ایک ہی سانس میں پینے کے بعد چھوٹا سا وقفہ لے کر جواب دیا۔ وہ اسے خاموشی سے چند لمحے دیکھے گیا۔ اس کے چہرے سے یہ بات صاف واضح تھی کہ وہ ساری رات سو نہیں پایا۔

اب اس کی قسمت میں بغیر نیند کے راتیں لکھ دی گئی تھیں۔ لیکن ایسی راتیں صرف اس کے لیے نہیں لکھی گئی تھیں۔ اس کو اس حالت تک پہنچانے والا بھی ایسے ہی کیفیت سے گزر رہا تھا۔

اس نے نینا کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھا اور اسے اپنی جانب بڑھایا۔

"تم گھبراؤمت۔ میں تمہیں ایسی حالت میں نہیں دیکھ سکتا۔ تم بس ڈر گئی ہو اس لیے تمہیں اس طرح کے خواب آرہے ہیں۔ اپنے ذہن کو تھوڑا سکون دو اور سو جاؤ۔ مجھے تمہاری طبیعت بھی ٹھیک نہیں لگ رہی" **(اس کے ماتھے پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے اسے جیسے اندازہ ہوا کہ اسے بخار ہو گیا تھا)۔**

"نہیں میں ٹھیک ہوں۔ ہاں! آپ نے صحیح کہا مجھے سو جانا چاہیے۔ لیکن اب اذان ہو گئی ہے۔ میں نماز پڑھ کر ہی سوتی ہوں۔" اس کے انداز میں کچھ عجیب سا تھا جو وہ سمجھ نہ سکا۔ وہ اس سے نظریں چراتے ہوئے بیڈ سے اٹھی۔

"نینا! ویسے تم نے خواب دیکھا کیا تھا؟" اپنی آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے اس نے پوچھا تو یہ سوال سن کر وہ جہاں تھی وہیں رک گئی۔

"خواب... **(اس نے الفاظ ڈھونڈنا چاہے)** مجھے اب ٹھیک سے یاد نہیں **(ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی)**۔"

"ادھر میری طرف دیکھو۔" براق کی تشویش اب تک قائم تھی۔ وہ شاید یہ بھول رہی تھی کہ براق یامان کے آگے جھوٹ بولنا بہت مشکل تھا۔ یہ سن کر نینا اس کی طرف مڑی۔

"میں ٹھیک ہوں براق! آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔" اس نے چہرے پر ہلکی سی مصنوعی مسکراہٹ قائم کرتے ہوئے کہا۔

(وہ اپنے جھوٹ پر قائم تھی اور اس کی اجازت بھی اسے براق نے ہی دی تھی۔ یہ جاننے کے باوجود کہ وہ جھوٹ کہہ رہی ہے، براق نے اس سے کچھ نہیں کہا۔)

"تم مجھ سے ایسی باتیں مت کیا کرو جو میرے بس میں نہیں۔ تمہاری فکر کرنا میں کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔" اس نے ہلکا سا مسکرا کر کہا تو نینا کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ وہ یہ سن کر کچھ دیر وہیں ساکت سی کھڑی رہی۔ دل نے سو بار چاہا کہ اسے اپنے دل کا حال سنائے مگر دماغ نے اتنی ہی بار انکار کیا۔

(کچھ باتوں کا انسان چاہ کر بھی اظہار نہیں کر پاتا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح کی تیز روشنی استنبول پر قابض تھی۔ دونوں سمتوں میں انتقام لینے کی خواہش نہیں بلکہ جنون چھایا تھا۔ بس فرق اتنا تھا کہ ایک کے دل میں انتقام کی آگ کے ساتھ پچھتاوا بھی شامل ہو چکا تھا یا شاید وہ پچھتاوا نہیں کچھ اور تھا جسے وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

کھڑکیاں کھلی تھیں جس کے پردے ہٹے ہوئے تھے۔ سورج کی کرنیں کھڑکیوں سے پار ہوتے ہوئے اس کمرے میں چھائی ہوئی تھی۔ وہ اونور کا گھر تھا جس میں آج اس کے ساتھ وہ بھی موجود تھا۔

اونور صوفے پر ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھا سامنے بیٹھے شخص کے چہرے پر موجود تاثرات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سامنے بیٹھا وہ شخص ایک عجیب سی کیفیت میں تھا۔ ہاتھ میں سگریٹ لیے وہ دھیرے سے ایک کش لیتا اور اپنی سوچوں کے دائرے میں مزید گم ہو جاتا۔ اس کی شیو بھی بڑھی ہوئی تھی۔ سیاہ بال ایسے تھے جیسے انہیں ٹھیک سے کنگی بھی نہ کیا گیا ہو۔ چہرہ عجیب سے تاثرات سے بھرا تھا۔ اور اس کی آنکھیں۔

آنکھیں سب آشکار کر رہی تھیں۔ انسان کے چہرے کے تاثرات اور زبان تو جھوٹ بول سکتی ہے لیکن آنکھیں کبھی جھوٹ نہیں بولتیں۔

"تم کچھ پریشان ہو؟"

اونور نے تشویش سے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے پوچھا۔ سامنے بیٹھے شخص نے ان کا سوال سنا مگر جواب دینے میں تھوڑا وقت لگایا۔

"نہیں۔" جواب دیتے ہی اس نے سگریٹ اپنے لبوں سے لگایا اور ایک گہرا کش لیا۔

"میں تکلیف میں ہوں۔" اب کی بار اس کے آواز میں کچھ تھا... جو اونور سمجھ نہ سکا۔

"کیوں؟" اس نے اپنے چہرے پر قائم ناسمجھی کے ساتھ پوچھا۔

"میرائے کو مار کر میں براق کو تکلیف پہنچانا چاہتا تھا لیکن میں یہ نہیں سمجھ پا رہا کہ اسے مار کر مجھے تکلیف کیوں ہو رہی ہے۔" جواب دوٹوک آیا تھا۔ اب کی بار وہ اس کی آواز میں موجود تکلیف سمجھ گئے تھے۔

"شاید تکلیف میرے جذبات کے اظہار کے لیے چھوٹا لفظ ہے۔" سگریٹ کا ایک اور کش لیتے ہوئے اس نے مزید کہا۔ یہ اس کی عادت تھی، جب حالات اس کے بس سے باہر ہو جاتے تو وہ ایسے ہی سگریٹ کو اپنا ساتھی بنالیتا۔۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اس کا ساتھی نہیں دشمن ہے۔

"تم۔۔" اونور نے کچھ کہنا چاہا۔

"میں نے اب تک بہت سے لوگوں کا قتل کیا ہے۔ انہیں مار کر ہمیشہ مجھے خوشی ملی ہے۔ مزہ آیا ہے۔ دل کو تسکین ملی ہے۔ لیکن اس بار سب مختلف کیوں ہو رہا ہے؟" وہ ایک عجیب سی کیفیت میں یہ سب کہہ رہا تھا۔

"مرات! یہ تکلیف نہیں ہے۔ تمہارے جذبات تمہیں بس یہ یاد دلا رہے ہیں کہ تمہارا دشمن ابھی بھی زندہ ہے۔" اونور نے کچھ دیر سوچنے کے بعد اس سے کہا تو مرات نے نفی میں سر ہلا دیا۔ اس کے چہرے پر بیزاری سی امڈ پڑی۔

"اور اگر یہ تکلیف ہے تو یہ اس بات کی ہے کہ تمہارا دشمن اب تک اپنے انجام کو نہیں پہنچا۔"

اس کے چہرے پر بیزاری کو دیکھتے ہوئے انہوں نے مزید کہا۔ آج ان کے چہرے پر ایک خوف سا موجود تھا کہ کہیں کوئی ان کے ہاتھوں سے نکل نہ جائے۔

"تم جب تک براق کو ختم نہیں کرو گے تب تک یہ تکلیف بھی ختم نہیں ہو گی۔"

اس نے ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچتے ہوئے سخت لہجے میں اسے باور کروایا۔ چند لمحوں کے لیے ان کے درمیان گفتگو کا کوئی تبادلہ نہ ہوا۔ سگریٹ کا دھواں ابھی تک ماحول میں ارد گرد قائم تھا بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی جا رہا تھا۔ وہ اس کی حالت کو دیکھ کر کافی حیران بھی تھا۔ اس نے آج تک مرات کو اس طرح کی حالت میں نہیں دیکھا تھا۔

"وہ میرے خوابوں میں آتی ہے۔" اب کی بار اس نے کہا تو اس کی آنکھوں میں نمی سی ابھر آئی۔

"کون؟" اس نے فوراً پوچھا۔

"وہ۔۔ میرائے۔" اس نے اپنے ماتھے کی جانب ہاتھ بڑھایا اور اس کو دبایا یوں کہ اس کے ماتھے میں شدید درد ہو۔

"ایوت! اور وہ تم سے کیا کہتی ہے؟" مرات کا جواب سننے کے بعد چند لمحے خاموش رہنے کے بعد اس نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ وہ بس مسکراتی ہے۔ میرا تمسخر اڑاتی ہے۔" اس کے لہجے میں خوف اور بے چارگی سی اتر آئی۔

"میرے خواب مجھے بہت ڈراتے ہیں کیونکہ ان میں وہ بہت ہی اچھی بلکہ بہترین حالت میں ہوتی اور میں۔۔ میں بدتر۔" خوف مزید بڑھ سا گیا ہے

اونور اس کی بات سن کر کہنے کے لیے الفاظ ڈھونڈنے لگا۔

"یہ صرف خواب ہیں۔ خوابوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اپنے خوابوں کو خود پر مسلط نہ ہونے دو۔" اس نے مرات کو تسلی دی۔

"اگر وہ خواب ہیں تو حقیقت کیا ہے پھر؟" وہ جیسے چیخا تھا۔

"میرا دل بے چین کیوں ہے؟" اس نے مزید بلند آواز میں کہا تو سگریٹ اس کے ہاتھ سے نیچے گر گیا۔

"میں نے بتایا نا تمہیں! تمہارا دل اس لیے بے چین ہے کیونکہ تم اب تک اپنے ماں باپ کی موت کا بدلہ نہیں لے سکے۔" انہوں نے اپنے چہرے پر ناگواری کے تاثرات لاتے ہوئے کہا۔ وہ اب مرات کی باتوں سے جیسے اکتا رہے تھے۔

"شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ یہ تکلیف تب ہی ختم ہو گی جب میں اپنے ماں باپ کی موت کا

بدلہ لوں گا۔" اپنی حالت کی سمجھ نہ آنے پر اس نے یہ ہی نتیجہ نکالا کیونکہ دوسرا نتیجہ جو کہ حقیقت تھا، اسے سننے کی اور کہنے کی وہ اس وقت ہمت نہیں رکھتا تھا۔

"شاباش تمہاری یہ بات ہی مجھے سب سے زیادہ پسند ہے مرات۔ تم ہر بات جلد سمجھ جاتے ہو۔"

صوفے سے اٹھ کر اس کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے انہوں نے فاتحانہ انداز میں اس سے کہا۔

وہ جو چاہتے تھے اس نے وہی مانا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کمرے میں ہر جانب ایک اداسی سے بھری خاموشی پھیلی تھی۔ وہ سنگھار میز کے سامنے کھڑا فوجی وردی میں ملبوس تھا۔ سنگھار میز کے دراز میں سے نینا نے براق کی گھڑی نکالی اور اسے اس کی جانب بڑھایا۔ براق نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔ وہ اسے کلائی پر گھڑی پہنانے لگی۔ چہرے بے رونق سے تھے۔ بالکل اداس۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں لیکن پھر بھی وہ جانتا تھا کہ اس کی نظروں میں کتنا کچھ ہے کہنے کو جو وہ ضبط کیے ہوئے ہے۔

"براق! آپ کو پتا ہے میں ہمیشہ اللہ سے کیا دعا کیا کرتی ہوں؟" کلائی پر گھڑی پہناتے ہوئے اس نے زخمی سے انداز میں کہا۔ وہ اسے مزید سننے کے لیے منتظر تھا۔

"کہ اللہ مجھے میرے پیاروں سے پہلے اس دنیا سے اٹھائے۔ جانتے ہیں کیوں؟" وہ اسے کلائی پر گھڑی پہنا چکی تھی اور اب اس کی سیاہ آنکھیں نیلی آنکھوں میں جھانک رہی تھیں۔ اس کی سیاہ

آنکھیں کسی شفاف شیشے کی مانند تھیں جس کے اوپر نمی کی ایک چمکتی ہوئی لہر اب ابھر رہی تھی۔

"تا کہ مجھے اپنوں کی جدائی کا غم نہ سہنا پڑے۔" براق اسے زخمی سے انداز میں دیکھ رہا تھا۔

"لیکن پھر میرا ئے کے ساتھ یہ کیوں ہوا؟" اور پھر اس کا ضبط ٹوٹا۔ آنکھیں برسنے لگیں۔

براق نے اس کے کندھوں کو نرمی سے اپنی گرفت میں لیا اور وہ سامنے رکھے صوفے پر شکشت خوردہ انداز میں دھیرے سے بیٹھی۔ آنسوؤں کی بارش ابھی تک جاری تھی۔ وہ اسے چند لمحے دیکھتا رہا۔

اسے یہ سمجھنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا کہ کل جو لڑکی اسے اتنا حوصلہ اور تسلیاں دے رہی تھی وہ خود ایک دم اتنی کمزور کیسے پڑ گئی؟

شاید وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ انسان اکثر اپنے اوپر جو مظبوطی کا لبادہ اوڑھے رکھتا ہے، وہ لبادہ کبھی کبھی اپنوں کے سامنے بکھر ہی جاتا ہے۔

"نینا... دیکھو میری بات سنو۔ تم ایسے مت رو۔ اگر تم ہی اپنی ایسی حالت کر لو گی۔ تو میرا کیا ہو گا؟ ہاں؟ تم تو مجھے حوصلہ دے رہی تھی کل۔ اور اب؟ یہ کیا؟" اس کے دل و دماغ میں جو آیا اس نے کہہ ڈالا۔ اس کے گال اور ناک اب سرخ ہو چکے تھے۔ اسے اس پر ترس بھی آیا۔

"کبھی کبھی آپ چاہ کر بھی اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں پا سکتے۔" اس نے اپنی انگلی کے پور سے اپنی ایک آنکھ میں سے آنسو صاف کرتے ہوئے بھیگی آواز میں کہا۔

"آپ کو پتا ہے... میرائے بالکل میری بہنوں کی طرح تھی۔ جب آپ یہاں نہیں ہوتے تھے ناتو مجھے اکثر ایسا محسوس ہوتا کہ میں اکیلی ہوں لیکن آپ جانتے ہیں... میرائے نے مجھے کبھی ایسا محسوس نہیں ہونے دیا۔" دل میں جو کچھ تھا، وہ کہہ رہی تھی اور وہ سن رہا تھا۔

"نینا! میں جانتا ہوں یہ دکھ کتنا بڑا ہے۔ اس کے زخم ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔ لیکن اب کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ہمت ہار جائیں؟ کیا اللہ ہمیں یہی حکم دیتا ہے؟" اس نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"یہ اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہے۔ اس کا سامنا ہمیں بہت ہمت اور صبر کے ساتھ کرنا ہے۔ جانتی ہو کیوں؟" اس نے اس کی برستی ہوئی آنکھوں میں نرمی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیونکہ اللہ کو وہ لوگ پسند ہے جو اس کی دی گئی آزمائشوں پر ہمت اور صبر کے ساتھ سامنا کرتے ہیں۔ نا کہ ہمت ہار جاتے ہیں اور مایوس ہو جاتے ہیں۔ ٹھیک ہے؟" اس نے اس کے کندھے کو پیار سے تھپتھپاتے ہوئے حوصلہ دیا۔ وہ زخمی سے انداز میں مسکرائی۔ دل بھاری تھا جو اب ہلکا ہو چکا تھا۔

(کبھی کبھی انسان کا دل دکھوں اور تکالیف کے باعث اتنا بھاری ہو جاتا ہے کہ اس دل کو ہلکا کرنے کے لیے اشک بہانا ہی ایک آخری راستہ رہ جاتا ہے۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام آباد، پاکستان۔

عریشہ صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھی تھی۔ بالوں کا ایک جوڑا بنائے وہ آج کافی خوش تھی۔ لیکن یہ خوشی صرف اس کے لیے تھی۔ کسی اور کے لیے یہ خوشی جلد ہی تکلیف کا سبب بننے والی تھی۔ اس کے موبائل کی سکرین جگمگائی تو اس نے ایک نظر موبائل کی سکرین پر دیکھا اور پھر ایک نظر اس شخص کو دیکھا جو سامنے والے صوفے پر بازو پھیلائے بہت متکبر انداز میں بیٹھا تھا۔

اس نے آنکھوں سے اس شخص کو اشارہ کیا جیسے وہ جس کی کال کا انتظار کر رہے تھے، وہ آگئی ہے۔

اس نے فون اٹھایا اور کان سے لگایا۔ چند لمحے روزمرہ کی گفتگو ہوئی اور پھر اہم بات کی طرف دوسری جانب والا شخص آیا۔

"عریشہ! میں کل پاکستان واپس آرہی ہوں۔ اور جلد ہی میں نے تم سے ملاقات بھی کرنی ہے۔ ذرا ایک اہم معاملے پر تم سے بات کرنی ہے۔" دوسری جانب سے نینا نے سنجیدگی سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ کو جب مناسب لگے ہم مل لیں گے۔" اس نے چہرے پر ایک شاطر مسکراہٹ قائم کرتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ تھینکس۔ اللہ حافظ۔" نینا نے فون رکھتے ہوئے کہا۔

"خدا حافظ! اپنا خیال رکھنا۔" عریشہ نے فون رکھا اور پھر وہ سامنے موجود شخص سے مخاطب ہوئی۔

"میکائیل صاحب! نینا کل پاکستان آ رہی ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو میکائیل کے چہرے پر بھی ایک فاتحانہ مسکراہٹ قائم ہو گئی۔

"اس نے آنا ہی تھا۔" اس نے کندھے اچکا کر کہا۔

"مگر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ پاکستان آئے گی؟" عریشہ کو تشویش ہوئی تو سامنے موجود شخص کو اس کی تشویش کا اظہار پسند نہیں آیا۔

"تمہیں یہ جاننے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں جتنا کہا ہے تم اس پر دھیان دو۔" اس نے ہمیشہ کی طرح اپنے تکبر سے بھرے انداز میں کہا تو عریشہ نے چند لمحے کے لیے شرمندگی سے اپنی نظریں جھکا لیں۔

"اسلم! وہ چیک لاؤ۔" اپنے ساتھ کھڑے شخص سے مخاطب ہو کر میکائیل نے اسے حکم دیا تو وہ فوراً اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایک چیک لایا اور اسے میکائیل کو مؤدب انداز میں تھمایا۔

میکائیل نے اس چیک کو چند لمحے دیکھا جس پر پچاس لاکھ کی رقم درج تھی۔

"یہ لو تمہاری رقم۔ باقی کے پیسے اب تب ملیں گے جب باقی کا کام بھی تم پورا کر لو گی۔" اس نے سنجیدگی سے عریشہ سے کہا جس کی نظریں اس چیک پر سے ہٹ ہی نہیں رہی تھیں۔

"بہت شکریہ آپ کا میکائیل صاحب۔" وہ چیک لینے کے لیے صوفے سے اٹھی اور اپنا ہاتھ چیک کی جانب بڑھایا تو میکائیل نے وہ چیک اس سے دور کر لیا۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی اتر آئی اور چہرے پر شرمندگی۔

"ایک بات یاد رکھنا عریشہ! میں دھوکہ دینے والوں کو کبھی معاف نہیں کرتا۔ یہ جو رقم تمہیں مل رہی ہے، اسے تم نے حلال کر کے دکھانا ہے۔ ٹھیک ہے!۔" اس نے اسے تنبیہ کی تو عریشہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

میکائیل نے سامنے رکھی میز پر چیک پھینکا تو عریشہ نے فوراً اس چیک کو اٹھا لیا۔

"آپ فکر مت کریں! میں آپ کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔" اس نے ہلکا سا مسکرا کر کہا تو میکائیل نے اسے ہاتھ سے جانے کا اشارہ کیا۔ اب کی بار وہ بالکل شرمندہ نہیں ہوئی۔

(جب انسان کا ضمیر مرتا ہے تو اس کی حیا ختم ہو جاتی ہے۔)

جب وہ میکائیل کے گھر سے چلی گئی تو میکائیل اسلم سے مخاطب ہوا۔

"یہ پیسہ بھی کیا چیز ہے نا اسلم! انسان کا ضمیر، اس کا جسم، اس کی روح اور خاص طور پر اس کا ایمان تک چھین لیتا ہے۔" وہ اپنے سامنے رکھی سگریٹ کی ڈبیہ کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اور تم جانتے ہو! اسی لیے مجھے پیسے سے عشق ہے۔ کیونکہ اس سے بڑی دنیا میں اور کوئی طاقت نہیں۔" وہ یہ کہتے ہوئے فاتحانہ انداز میں مسکرانے لگا۔

"صاحب! اگر اجازت دیں تو ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟" اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا تو میکائیل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آپ نے عریشہ کو نینا کے خلاف استعمال کیا، اس کی وجہ صرف کیا یہی ہے کہ وہ اس کی اسسٹنٹ ہے یا پھر کوئی اور وجہ۔۔؟

"یہ عریشہ۔۔ یہ نینا کی اسسٹنٹ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت پرانی دوست بھی ہے۔" اس کی بات

مکمل ہونے سے پہلے ہی میکائیل نے کہایوں کہ اس سے زیادہ کسی اور کو کسی بارے میں علم نہیں

"آپ کو اس کے بارے میں اتنا کیسے معلوم؟" سوال فوراً آیا۔

"دشمن کے بارے میں اگر آپ کے پاس پوری معلومات نہیں، تو آپ سے زیادہ نالائق اور کوئی نہیں۔" جواب بھی فوراً دوٹوک انداز میں آیا۔ اس نے نظریں جھکا لیں اور خاموشی سے اس کے ساتھ ہمیشہ کی طرح مؤدب انداز میں کھڑا رہا۔

"لیکن نینا بہت چالاک ہے۔ مکار ہے۔ وہ عریشہ سے بھی زیادہ اپنے کام کے متعلق بات نہیں کرتی جس وجہ سے ہم اس کے بارے میں زیادہ نہیں جان پاتے۔ شاید وہ عریشہ پر بھی اتنا اعتبار نہیں کرتی جتنے اعتبار کی ہمیں ضرورت ہے۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے اپنے الفاظ ادا کر رہا تھا۔

"آپ کے خیال میں اسے عریشہ پر شک ہے؟" اسلم نے فوراً تشویش کے عالم میں پوچھا۔ وہ اس کا سوال سن کر کچھ لمحے خاموش رہا۔

"نہیں! ایسا نہیں ہے۔ وہ کچھ زیادہ ہی عقلمند ہے۔" اس نے جو کہا کچھ لمحے بعد اسے اپنے الفاظ پر پچھتاوا ہوا۔

(آخر وہ اسے عقلمند کیسے کہہ سکتا تھا؟ اسے خوب پچھتاوا ہوا۔)

(یہی بات تھی نینا میں۔۔ کہ اس کی قابلیت کا اعتراف اس کے دشمن بھی کرتے!۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سبز ریشمی گھاس پر سورج کی تیز کرنیں اپنا بسیرا کیے ہوئے تھیں۔ وہ لان میں ایک سفید کرسی پر بیٹھی تھیں۔ آنکھیں کافی دیر تک آنسو بہانے کے باعث سوجھی ہوئی تھیں۔ دل و دماغ دونوں میں صرف اور صرف تکلیف تھی۔ انہیں لان میں بیٹھا دیکھ کر نینا ان کی جانب بڑھی۔

ساتھ رکھی سفید کرسی کو کھینچ کر وہ ان کے برابر میں آکر بیٹھی۔ جیمرے خاتون کو اس کے آنے کی خبر نہ ہوئی، کیونکہ وہ اپنے ہی خیالوں کی دنیا میں کھو سی گئی تھیں۔

"آنے!۔" ان کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر اس نے انہیں پکارا تو انہوں نے فوراً اس کی جانب دیکھا۔ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری اور پھر نظریں پھیر لیں۔

"آپ نے اپنی دوائی کھالی ہے نا؟" اس نے ان سے بات کرنے کی کوئی وجہ ڈھونڈی۔ انہوں نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ دوسری جانب اس نے ایک گہری سانس لی۔

"میں کل پاکستان واپس جا رہی ہوں۔" اس نے زخمی سے لہجے میں بتایا تو ان کے چہرے کی مسکراہٹ مزید بڑھی۔

"تم بھی مجھے چھوڑ کر جا رہی ہو؟" انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے چہرے پر زخمی سی مسکراہٹ قائم رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں آنے! میں آپ کو کیسے چھوڑ سکتی ہوں۔ فاصلہ معنی نہیں رکھتا اگر آپ کے رشتے میں خلوص اور محبت ہو۔" اس نے نرمی سے کہا۔

" آپ کے سر میں درد تو نہیں ہو رہی؟ آپ کو چائے بنا دوں؟" کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔ وہ ان سے بات کرنا چاہتی تھی، اسی لیے جو اس کے دل آتا وہ پوچھ لیتی۔

"نہیں! مجھے اس تکلیف کی اب کوئی پرواہ نہیں۔" انہوں نے زخمی سے انداز میں کہا۔

" جانتی ہو نینا! جو زخم جسم کو پہنچے ہوتے ہیں انہیں دیکھا بھی جا سکتا ہے اور مٹایا بھی، لیکن جو زخم دل اور روح کو پہنچتے ہیں نا انہیں نہ تو دیکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی مٹایا۔" ان کی آنکھوں میں نمی سی اتر آئی جس میں اب برسنے کی قوت باقی نہ تھی۔ وہ یہ سن کر خاموش رہی... انسان اکثر کسی کے دکھ خاموشی سے سن لے تو دوسرے کے دکھ کم تو نہیں ہوتے لیکن اس کا دل ہلکا ضرور ہو جاتا ہے۔

" نینا! کیا میری بیٹی کا قاتل پکڑا جائے گا؟" سوال یک دم آیا جس کی اس کو توقع نہ تھی۔ ان کی آنکھوں میں اب بہت کچھ تھا۔ چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔

" کیوں نہیں؟ اللہ اس ظالم کو ضرور اس کے کیے کی سزا دے گا۔" اس نے چند لمحے بعد جواب دیا۔

"کیا عدل ہو گا؟" سوال پھر توقع کے برعکس تھا۔

"جی آنٹی!۔" اس نے فوراً انہیں حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن مجھے ایسا نہیں لگتا۔ آج کل کے دور میں عدل کہاں ہوتا ہے نینا؟" ان کی آواز میں کرواہٹ اتر آئی۔

"عدل ہوتا ہے آنٹی! ضرور ہوتا ہے۔ اس کا وعدہ تو اللہ نے کیا ہے۔" اس نے اب کی بار بہت یقین سے کہا تو جیمرے خاتون نے ایک نظر اسے دیکھا جیسے وہ اسے مزید سننا چاہتی تھیں۔

"آپ جانتی ہیں حضرت عمر فاروق کون تھے؟" اب کی بار اس کے سوال کی وجہ وہ سمجھ نہ سکیں لیکن جلد ہی وہ سمجھ جانے والی تھیں۔

"حضرت عمر فاروق اللہ کے وہ بندے تھے جو اگر نہ ہوتے تو یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا کہ عدل کیا ہے۔" اس نے امید اور یقین سے بھری مسکراہٹ چہرے پر قائم کرتے ہوئے کہا تو جیمرے خاتون اس کی بات بہت متوجہ ہو کر سن رہی تھیں۔

(اس کے الفاظ جیمرے خاتون کے دل میں موجود مایوسی کے اندھیروں کو فنا کر رہے تھے اور اس مایوسی کے اندھیروں کی جگہ ان کے دل میں امید کی روشنی قائم ہو رہی تھی۔)

"آپ کو معلوم ہیں وہ ہر معاملے میں عدل سے کام لیتے۔ انہوں نے کبھی ناانصافی نہ کی اور نہ ہونے دی۔ ان کی زندگی کو سٹڈی کرنے سے جانتی ہیں ہمیں کیا سمجھ آتا ہے؟" اس نے چند لمحے کا وقفہ لیا۔

"کہ انصاف کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اس میں دیر ہو سکتی ہے لیکن! یہ مٹ نہیں سکتا۔" اب کی بار ان دونوں کے چہروں پر یقین اور اعتماد سے بھرپور مسکراہٹ چھا گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رات کے سیاہ سائے استنبول پر چھا چکے تھے۔ وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر ایک سوٹ کیس رکھے ہوئے تھی۔ الماری اب بالکل خالی ہو چکی تھی۔ وہ سوٹ کیس کے اندر کپڑوں اور دوسرے ضرورت کے سامان کو آخری بار ترتیب دے کر اب اسے بند کرنے لگی۔

(جیمرے خاتون دوائی کھا کر سو چکی تھیں۔ براق اب تک گھر نہیں آیا تھا۔)

سوٹ کیس کو الماری کے ساتھ رکھ کر وہ سیدھی کھڑی ہوئی اور ایک گہرا سانس لیا۔ ہر جانب ایک عجیب سی بے نوتقی اور خاموشی چھائی تھی جس سے اب اس کو خوف محسوس ہونے لگا تھا۔

بالکونی کا دروازہ کھلا تھا جس میں سے چاند کی ہلکی سی روشنی کمرے میں آرہی تھی۔ وہ بالکونی کے دروازے کی جانب بڑھی۔ کچھ دیر رک کر آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کو دیکھا۔ بہت سی یادیں تازہ ہوئیں۔ پھر بالکونی کے دروازے کو دھیرے سے بند کر دیا اور وہ صوفے پر آکر بیٹھی۔

اس نے کمرے میں ارد گرد نگاہ دہرائی۔ اس کا دل آج بہت بھاری تھا۔ وہ یہ سب کیا دوبارہ دیکھ پائے گی یا نہیں، اس کا اسے معلوم نہیں تھا۔ آنکھیں بھر آئیں اور پھر آنسو کی ایک بوند اس کے گال پر لڑکھڑاتی ہوئی گری۔ مگر اب اس میں بھی مزید آنسو بہانے کی قوت باقی نہ تھی۔ دل بہت بے چین تھا۔

("مجھے جانا چاہیئے یا نہیں؟" یہ سوال کئی بار اس کے دل و دماغ میں ابھرتا لیکن ہر بار جواب بھی ایک ہی ملتا۔)

اچانک کسی چیز کی زوردار آواز سے وہ اپنے خیالوں کی دنیا سے باہر نکلی۔ سامنے نظر بڑھا کر دیکھا تو براق الماری کا دراز کھولے اس میں کچھ ڈاکومینٹس رکھ رہا تھا۔ وہ کمرے میں کب آیا اس کا اسے اندازہ ہی نہ ہو سکا۔ اور اس نے بھی کمرے میں داخل ہوتے ہوئے نینا کو نہیں پکارا، یہ بھی وہ سمجھ نہ سکی یا شاید سمجھ چکی تھی۔

الماری کا دروازہ بند کر کے وہ فریش ہونے چلا گیا، اس سے نظریں ملائے بغیر۔

وہ وہیں صوفے پر ساکت سی بیٹھی رہی۔ سوچتی رہی کہ وہ اس سے کیا بات کرے؟ کیا کہے؟ کیا حوصلہ دے؟ یا اپنے دکھ سنائے؟ کچھ بھی سمجھ نہ آیا اسے۔

وہ فریش ہو کر آیا تو نینا نے فوراً اس کی طرف دیکھا۔ نیلی آنکھیں ایک لمحے کے لیے سیاہ آنکھوں سے ٹکرائیں اور پھر جدا ہوئیں۔

دونوں جانب ایک خوف تھا کہ کہیں دونوں ایک دوسرے سے وہ سوال نہ کر لیں جن کا جواب ان دونوں کے پاس تھا تو سہی لیکن کہنے کی ہمت نہ تھی۔

اس ہی خوف سے نینا صوفے سے اٹھی اور بیڈ کی طرف بڑھ کر اپنا بستر ترتیب دینے لگی اور خاموشی سے بغیر کچھ کہے بستر پر لیٹ گئی۔ چادر اوپر اوڑھی اور منہ اس میں چھپا لیا۔ اس کی آنکھیں اب برسنے لگی تھیں، اس کے آنے سے پہلے اسے یوں لگا تھا کہ شاید اب اس میں مزید اشک بہانے کی قوت نہیں لیکن اسے دیکھ کر یا شاید اسے آخری بار اپنے سامنے دیکھ کر اس کی یہ بات غلط ثابت ہو گئی۔

آنسوؤں کی رفتار تیز تھی۔۔ بہت تیز۔ اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا کہ کہیں اس کے رونے کی

آواز وہ سن نہ لے۔ وہ اسے مزید پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی پھر چاہے وہ خود کتنی پریشان رہے۔

چادر کو چہرے سے ہلکا سا پیچھے کر کے اس نے کمرے میں جھانکا تو براق نماز پڑھ رہا تھا۔ اس کے دل کو تسلی ہوئی کہ اس کو اس کے یوں رونے کا اندازہ بالکل نہیں ہوا ہو گا۔

اپنے آنسوؤں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے اب سونے کی کوشش کی لیکن نیند تو جیسے اسے چھو کر بھی نہ گزرے۔

سائیڈ ٹیبل پر رکھے نائٹ لیمپ کے سوئچ بند کرنے کی آواز پر اس نے مزید اپنے آنسوؤں پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن سب بے سود رہا۔ براق نے اس کی سائیڈ ٹیبل پر رکھے نائٹ لیمپ کو بند کیا تو نینا کو احساس ہو گیا کہ وہ جان گیا ہے کہ وہ اب تک سوئی نہیں۔ وہ ہمیشہ سونے سے پہلے اپنے سائیڈ ٹیبل پر رکھے لیمپ کو بند کرتی اور اس کے ساتھ رہ کر براق کو یہ بات تو اچھے سے معلوم تھی۔

وہ ساتھ ہی بستر پر ٹیک لگا کر بیٹھا۔ ایک نظر نینا کو دیکھا جس نے ابھی تک اپنے چہرے کو چادر سے چھپایا ہوا تھا۔ اس نے ایک گہری سانس لی۔

"تم واپس کب آؤ گی نینا؟" خاموشی ٹوٹی۔ اسی سوال سے خوف زدہ تھی وہ۔ جواب نہ پانے پر براق کے چہرے کے تاثرات بدلے۔

"میں جانتا ہوں تم نہیں سوئی۔" اس نے شانے اچکا کر کہا تو نینا نے ہلکی سی چادر چہرے سے ہٹائی اور پھر گردن گھما کر پیچھے براق کو دیکھا جو اسے ہی گھور رہا تھا۔ وہ آہستگی سے اٹھ بیٹھی۔

اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر براق کے چہرے پر پریشانی کے تاثرات اتر آئے۔

"آپ ہی مجھے بھیج رہے ہیں۔ یہ تو آپ کو پتا ہو گا کہ مجھے کب واپس آنا ہے۔" اس نے چند لمحے بعد اس سے نظریں ملائے بغیر کہا۔ براق اس کی بات سن کر ہلکا سا مسکرایا۔

"مگر تم نے تو کہا تھا کہ اگر میں تمہیں پاکستان جانے کا نہ کہتا، تب بھی تم نے جانا ہی تھا۔" اس نے فوراً کہا تو اب کی بار نینا کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔ وہ سوچنے لگی کہ اب کیا کہے۔ براق اس کے جواب کا منتظر تھا۔

"میں جلد ہی آؤں گی براق۔" اب کی بار اس نے براق کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا جیسے وہ اسے تسلی دے رہی ہو۔ اس نے یہ سن کر اثبات میں سر ہلایا۔

"تمہاری فلائٹ صبح آٹھ بجے کی ہے نا؟" چند لمحے بعد اس نے مغموم سے لہجے میں پوچھا۔

"جی۔" جواب بہت ہی مختصر تھا۔

"میں چھوڑ آؤں گا تمہیں ایئرپورٹ۔" اس نے کہا تو نینا کا تکلیف سے بھرا دل جیسے چند لمحے کے لیے کھل سا گیا۔ وہ اسے کہہ دیتی کہ وہ نہ آئے مگر دل کو یہ بات منظور نہ تھی۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور پھر خاموشی کا ایک اور وقفہ آیا۔ لیکن کون جانے کہ خاموشی کی بھی ایک آواز ہوتی ہے جو ہر کوئی نہیں سن سکتا۔

"آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟" اب کی بار خاموشی کو نینا نے توڑا۔ براق نے اس کی بات سنی تو اس کی جانب حیرت سے دیکھا۔

("اسے کیسے معلوم؟" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔)

"نہیں۔" براق نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"براق! آپ میرائے کے قاتل کو مت چھوڑنا۔ آپ جانتے ہیں آنے بہت تکلیف میں ہیں۔ مجھ سے ان کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی۔ اور نہ ہی آپ کی تکلیف۔ ایسے لگتا ہے جیسے میرائے کے جانے سے گھر کی رونق بھی چلی گئی ہے۔" براق کی طرف سے کچھ نہ کہے جانے پر اس نے خود ہی وہ سب کہنا شروع کر دیا جو وہ کہنا چاہتی تھی۔ آنکھوں میں نمی پھر سے بھر آئی لیکن اب وہ اسے صرف اپنی آنکھوں تک ہی رکھنا چاہتی تھی۔

اس کی بات سن کر براق نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما۔ اس کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

"نینا! تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے نا؟" اس نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بہت یقین کے ساتھ پوچھا۔

"آپ پر بھروسہ آخر کیسے نہیں ہو سکتا مجھے؟" اس نے زخمی سے انداز میں مسکرا کر کہا۔

"پھر تم فکر مت کرو۔ میں اپنے دشمن سے اس کے ہر کام کا پورا حساب لیتا ہوں۔ اگر میں سکون میں نہیں تو میرا دشمن بھی سکون میں نہیں رہ سکتا۔ وہ بھی تڑپے گا۔" اس کی آنکھوں میں بھی اب سرخی کی ایک لہر ابھر آئی۔

(لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا دشمن بھی تڑپ رہا تھا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ جہاں نظر دہراتا اسے سیاہ گپ اندھیرے کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دیتا۔ اس تاریکی میں اسے گھٹن محسوس ہو رہی تھی جس کی شدت ایک دم بڑھنے لگی۔ وہ بھاگنا چاہتا تھا مگر اس کے قدم زنجیر تھے۔ وہ اپنے ہاتھ بھی نہیں ہلا پا رہا تھا۔ ایسا لگتا جیسے اسے کسی نے قید کیا ہو۔

اندھیرے کے باعث وہ یہ بھی دیکھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ پاؤں کیوں نہیں ہلا پا رہا۔ اور پھر اندھیرے کی شدت مزید بڑھی۔ ساتھ ہی اس کا دل بھی ڈوبنے لگا۔ اس نے بلند آواز میں چلانے کی کوشش کی لیکن اس کی آواز نکل ہی نہ سکی یوں جیسے اس کی گردن کسی نے جکڑ لی ہو۔

اس کی آنکھیں سانس کی بندش کی وجہ سے چوڑی ہونے لگیں اور ان کے آگے عجیب سا جالا آ گیا۔ ایسا محسوس ہوا کہ وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

اور پھر ایک روشنی نے اس کے ارد گرد اپنے پر پھیلائے۔ اس کی بوجھل آنکھوں نے اس روشنی کا تعقب کیا۔ اس روشنی نے جلد ہی ہر جگہ اپنا بسیرا کر لیا اور پھر اس کی سانس کی بندش ختم ہوئی۔ سانس پھر سے بحال ہوا۔ ہاتھ پاؤں ایک قید سے آزاد ہو گئے۔

اس نے فوراً اپنے ہاتھ پاؤں کو دیکھا۔ وہ زمین پر بیٹھا تھا۔ بنجر زمین پر۔ لیکن اس کے کچھ ہی فاصلے پر زمین بنجر نہ تھی۔

فاصلے پر زمین سبز گھاس کے مخملی قالین سے ڈھکی تھی۔ اس پر رنگ برنگے تازہ پھول کھلے تھے جن کی خوشبو ارد گرد رقص کر رہی تھی۔ آسمان ہلکے نیلے رنگ سے روشن تھا جس پر سورج کی سنہری کرنیں بھی اپنا رعب جمائے ہوئے تھیں۔

لیکن آسمان اس بنجر زمین کے اوپر بالکل مختلف تھا۔ اس پر گہرے سیاہ بادل چھائے تھے جو شاید کچھ ہی دیر میں زور و شور سے برسنے والے تھے۔

وہ زمین سے اٹھا اور ارد گرد نگاہ دہرائی۔ اس کے علاوہ اس وقت وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

لیکن پھر اس سبز مخملی قالین پر کسی نے اپنا قدم رکھا۔ اس کی نظر اس کی جانب گئی۔ وہ روشن سفید رنگ کا لباس پہنے ہوئے ایک حسین و جمیل لڑکی تھی جسے پہچاننے میں اسے ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی۔ وہ "میرائے یامان" تھی جسے بھلا وہ کیسے نہ پہچان پاتا۔

وہ لڑکی اس گھاس پر چلنے لگی۔ اس کے چہرے پر خوشی کی اس قدر چمک تھی کہ مرات کے دل میں اس خوشی کو دیکھ کر جلن پیدا ہوئی۔

وہ لڑکی ایک پھول توڑتی اور اسے جمع کرتی۔ وہ یہ سب کرتے ہوئے بہت لطف اندوز ہو رہی تھی۔ وہ اسے ساکت سا کھڑا ہوا بس دیکھتا رہا۔

اور پھر آسمان پر ایک گرج کی آواز آئی۔ بادل زور و شور سے برسنا شروع ہو گئے۔ وہ بھیگنے لگا۔ لیکن اسے اس بات کا اندازہ نہ ہوا۔

جب اس نے اس لڑکی کو پھول توڑتے ہوئے رکتا دیکھا اور پھر اپنے اوپر ہنستے دیکھا، اس وقت اسے اپنی حالت کا اندازہ ہوا۔

وہ لڑکی اس پر مزید ہنسنے لگی۔ وہ اس کا تمسخر اڑا رہی تھی۔

"خاموش ہو جاؤ!۔" اس لڑکی کی بلند ہوتی ہنسنے کی آواز سے گھبرا کر اس نے کہا۔

وہ لڑکی تب بھی نہ مانی۔ اور اس کی ہنسنے کی آواز جن میں اب قہقہوں کا بھی اضافہ ہو گیا تھا، وہ مزید تیز ہو گئیں۔ اتنی تیز کہ اب یہ آواز اس کے کانوں میں تکلیف پیدا کرنے لگی۔

"میں نے کہا خاموش ہو جاؤ۔" وہ چلایا مگر سب بے سود رہا۔

بارش تیز ہو گئی ... اتنی تیز کہ اب اس کے لیے اپنی آنکھوں کو کھلا رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔

اس لڑکی کے قہقہوں کی آواز اور تیز بارش کے باعث اس کو چکر سے آنے لگے۔ قدم لڑکھڑا گئے۔ وہ زمین پر گر پڑا۔ بارش اور اس لڑکی کی آواز بھی مزید بڑھ گئی۔

اس کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ جیسے کسی کھائی میں گر رہا ہو۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اور جسم منجمد سا ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ گھبرا کر اٹھا۔ اس کا جسم پسینے سے شرابور تھا۔ دل کی دوڑ تیز تھی۔ چہرے پر خوف تھا! صرف خوف۔

دیوار پر لٹکی گھڑی کو دیکھا تو ابھی چار بج رہے تھے۔ فجر ہونے والی تھی۔ کچھ ہی دیر میں سورج کی روشنی پوری آب و تاب سے آسمان پر چمکنے والی تھی۔ وہ بستر سے اٹھا اور سنگھار میز کے سامنے گیا۔ اپنے آپ کو شیشے میں دیکھا۔ اس کی حالت بالکل بدل چکی تھی۔ سیاہ بال پہلے کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ شیو بھی بڑھی ہوئی تھی۔ آنکھوں کے گرد ہلکے نمایاں تھے۔ صحت بھی کافی خراب محسوس ہو رہی تھی۔ وہ پہلے سے کمزور معلوم ہوتا۔

اس نے سنگھار میز کا ایک دراز کھولا اور اس میں سے ایک تصویر نکالی۔ اس تصویر کو چند لمحے بوجھل آنکھوں کے ساتھ دیکھا۔

تصویر ہاتھ میں لیے وہ واپس اپنے بستر پر آ کر بیٹھا۔

"میر ائے! تم میر اپیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتی؟" لہجے میں بہت کچھ تھا... خوف... بیزاری... اور اکتاہٹ۔

(براق سٹڈی روم میں موجود تھا۔ ہاتھ میں ایک فوٹو فریم لیے وہ میز کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھا تھا۔ فوٹو فریم میں موجود تصویر میں گن کر چار افراد تھے۔ آج وہ ان میں موجود چوتھے شخص کو دیکھ رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ ان میں موجود دوسرے شخص کو دیکھا کرتا۔ آج بھی اس نے پہلے اسی کو دیکھا، لیکن بعد میں وہ بس اس چوتھے شخص کو دیکھ رہا تھا۔

"میرائے! تم فکر مت کرو۔ میں تمہارا اور بابا کا بدلہ ضرور لوں گا۔ کیونکہ اب یہ میری ضد بن گئ ہے۔" اس نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے دل ہی دل میں اپنے آپ سے عہد کیا۔)

"تم میرے ذہن سے نکل کیوں نہیں جاتی؟" اس نے شکوہ کن لہجے میں میر ائے کی تصویر دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک آئی۔ اس نے وہ تصویر ایک ایک کر کے کئ ٹکروں میں تقسیم کر دی۔ یہ کرتے ہوئے اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ جیسے کوئی شخص کسی سے پیچھا چھڑانا چاہ رہا ہو، تو وہ اس کو جڑ سے ختم کرنے کی بجائے صرف اس کے اثرات ختم کر رہا ہو۔

وہ بھی یہ ہی کر رہا تھا۔ وہ نہیں دیکھ رہا تھا کہ اسے وہ کیوں یاد آتی ہے؟ وہ بس ان چیزوں کو ختم کر رہا تھا جو اسے اس کی یاد دلاتیں۔

(بیڈ کے ساتھ نائٹ لیمپ کی روشنی اس کی تصویر پر جھلک رہی تھی۔ اس تصویر پر اب تک ان کے آنسوؤں کی کئی بوندیں برس چکی تھیں۔ جیمرے خاتون میرائے کی تصویر ہاتھ میں تھامے روز ایسے ہی کرتیں۔ بس اشک بہانا شروع ہوتیں اور جب تک ان کی آنکھیں برس برس کر تھک نہ جاتیں، وہ اس تصویر کو دیکھنا بند نہ کرتیں۔

جب ان کے گھر میں موجود باقی لوگوں کو لگتا کہ وہ دوائیاں کھا کر سو گئی ہیں، اس وقت وہ اپنی بیٹی کی یادوں کے سائے کی گرفت میں ہوتیں۔)

"اب تم کبھی مجھے یاد نہیں آؤ گی۔" اس تصویر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنے کے بعد اس نے جیسے اپنے آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

اس نے اس تصویر کے ٹکڑوں کو ہاتھ میں ایک مٹھی بنا کر قید کیا اور اپنے کمرے کی کھڑکی تک بڑھا۔ کھڑکی کے پردے ایک طرف کیے۔ آسمان پر گہری سی نیلی روشنی چھائی تھی۔

اس نے اپنا ہاتھ کھڑکی سے باہر بڑھایا اور اس تصویر کے ٹکڑوں کو وہاں سے پھینک ڈالا۔ وہ ٹکڑے ایک ایک کر کے زمین پر گرتے۔ وہ انہیں یوں گرتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ ان ٹکڑوں کو یوں گرتا ہوا دیکھ کر اس کی آنکھوں کے آگے پھر وہی منظر چھا گیا جب اس نے میرائے کو ختم کیا تھا۔

دل کو اب ایک تسکین مل رہی تھی۔

(براق کو کمرے میں نہ پا کر نینا بستر سے اٹھی۔ فجر ہونے میں کچھ ہی دیر باقی تھی۔ وہ کمرے سے باہر نکلی۔ گھر میں سناٹا چھایا تھا۔ سیڑھیاں اترنے سے پہلے میرائے کا کمرہ آتا۔ اس کے قدم اس کے کمرے کے دروازے کے سامنے زنجیر ہوئے۔ ایک نظر اس بند پڑے کمرے کو دیکھا۔ اور پھر وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی۔

سٹڈی روم کو روشن دیکھا تو وہ اس تک گئی۔ سٹڈی روم کا دروازہ ہلکا سا کھلا تھا۔ اس نے کمرے میں جھانکا تو براق کو وہاں پایا۔ پہلے اس نے اندر جانے کا فیصلہ کیا لیکن پھر جب اس نے براق کی آنکھوں میں سے بہتے ہوئے آنسو دیکھتے تو وہ وہیں رک گئی۔ اس نے براق کو کبھی یوں ٹوٹا ہوا نہیں دیکھا تھا۔ اسے یوں دیکھ کر اس کی آنکھیں بھی برسنے لگیں۔)

استنبول میں تمام مسجدوں کے سپیکرز فجر کی اذان سے گونج اٹھے۔ مرات نے کھڑکی پر پردہ واپس گرایا۔ بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ کانوں کو تکیے سے ڈھک لیا تاکہ اذان کی آواز کانوں میں نہ آئے مگر پھر بھی لاکھ کوششوں کے باوجود اذان کی آواز کانوں تک پہنچتی۔

(جب وہ کم سن تھا تو اذان کی آواز اس کے کانوں کے لیے راحت کا سبب بنتی۔ لیکن جب وہ بڑی عمر کو پہنچا یا یوں کہنا بہتر تھا کہ جب اس نے برائی کی دلدل میں قدم رکھا تب سے اسے اذان کی آواز سے خوف آتا۔ اس کا دل گھبراتا۔ دل کی عجیب سی کیفیت ہو جایا کرتی۔)

بتیاں جلائی رکھیں۔ وہ آج کل بتیاں جلا کر ہی سوتا۔ اسے امید تھی کہ اب وہ اسے کہیں دکھائی نہیں دے گی۔

(فجر کی اذان کی آواز سن کر براق نے وہ تصویر میز کے دراز میں رکھی۔ یہ دیکھ کر نینا سٹڈی روم سے جانے لگی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ براق یہ جانے کہ وہ اسے دیکھ رہی تھی۔)

(جیمرے خاتون نے میر اۓ کی تصویر ساتھ سائیڈ ٹیبل پر رکھی۔ آنکھوں کو اپنے ہاتھ کی پشت سے صاف کیا۔ اور اللہ کے سامنے اپنے دکھ بیان کرنے کے لیے اٹھیں۔

انسان اللہ کے سامنے اپنے دکھ کیوں بیان کرتا ہے؟

کیونکہ وہ جانتا ہوتا ہے کہ وہ جس کے سامنے اپنے دکھوں کی داستان بیان کر رہا ہے، وہ سب کے دکھ سننے والا ہے۔ جب انسان اپنے دکھ کسی دوسرے انسان کے سامنے بیان کرتا ہے تو دوسرا انسان اکتا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کیونکہ ایسا انسان کی فطرت میں ہے۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

صبح کا سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ وہ سنگھار میز کے سامنے کھڑی تیار ہو چکی تھی۔ موبائل کو پرس میں ڈالتے ہوئے وہ اپنے سوٹ کیس کی جانب بڑھی تو براق کمرے میں داخل ہوا۔ دونوں کے چہروں پر ایک مغموم سی مسکراہٹ ابھری۔ وہ اس کی جانب بڑھا۔

"میرے ہوتے ہوئے تمہیں ان سب کاموں کا بوجھ اٹھانے کی ضرورت نہیں۔"

سوٹ کیس کو ہینڈل سے پکڑتے ہوئے اس نے کہا۔ وہ مسکرائی اور پھر دروازے تک گئی۔ وہ اس کے ساتھ قدم ملاتا ہوا چلا۔ سیڑھیاں اترنے تک دونوں کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی۔ بس خاموشی رہی۔

جیمرے خاتون کے کمرے میں داخل ہو کر وہ ان سے ملی۔ انہوں نے اسے پیار سے گلے لگا لیا۔ نم آنکھوں میں مزید نمی اتر آئی۔

"تم مجھے میرائے کی طرح ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر تو نہیں نا جا رہی؟" انہوں نے غمگین ہوتے ہوئے پوچھا جیسے ان کے دل میں ایک خوف ہو۔ یہ سن کر وہ چند لمحے خاموش رہی۔ اس سوال کا جواب اس کے پاس بھی نہیں تھا۔

"آنے! آپ فکر مت کریں۔ نینا جلد ہی واپس آئے گی۔" براق نے جیمرے خاتون کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں تسلی دی تو وہ مسکرائیں۔

"وہاں جا کر مجھے روزانہ کال کرنا۔ ٹھیک ہے؟" انہوں نے اسے تاکید کی۔

"جی ضرور! میں آپ کو روزانہ کال کروں گی۔ آپ اپنی میڈیسنز ٹائم پر لیتی رہیے گا۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آنے! اور نینا! (اس نے وقفہ لیا۔۔ دونوں نے اس کی جانب دیکھا) آپ دونوں کو مجھ سے اب جب بھی رابطہ کرنا ہو تو اس نمبر پر نہ کیجیے گا جو آپ لوگوں کے موبائل میں سیو ہے۔ میں نے اپنا دوسرا نمبر آپ دونوں کے ساتھ شیئر کر دیا ہے۔ واٹس ایپ دیکھ لیں آپ دونوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو جیمرے خاتون کو تشویش ہوئی۔

"کیوں؟" سوال فوراً آیا۔ اس نے ایک گہری سانس لی۔

"کیونکہ آنے! میری فون کالز ریکارڈ ہو سکتی ہیں۔ جس وجہ سے آپ دونوں کو خطرہ پہنچ سکتا ہے۔ نینا کا اتنا خطرہ نہیں ہے جتنا آپ کا ہے۔ کیونکہ وہ تو پاکستان چلی جائے گی مگر آپ تو یہاں رہیں گی۔" وہ انہیں ساری معلومات دے رہا تھا تو وہ مزید پریشان ہو گئیں۔ انہوں نے اب اس بارے میں کچھ کہا تو نہیں لیکن ان کے چہرے سے ان کی پریشانی کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کار کی رفتار آج کافی آہستہ تھی۔ وہ اس رفتار کے ساتھ ڈرائیو کبھی نہیں کرتا۔ لیکن آج وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ راستہ جلد ہی اختتام کو پہنچے۔ وہ کھڑکی سے باہر استنبول کی سڑکوں اور باقی دیگر اشیاء کو پیچھے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ وہ لوگ جو ٹھہرے ہوئے تھے وہ بھی دور پیچھے کو بھاگتا ہوا دکھائی دیتے۔

یہ راستہ بھی صرف "خاموشی" سے ہی گزرا۔ سلطان اور سلطانہ کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی۔ لیکن کون جانے کہ اس خاموشی کے باوجود بھی وہ ایک دوسرے کو سن سکتے تھے۔

یہ سفر مشکل تھا۔۔ بہت مشکل۔۔ سلطان اور سلطانہ دونوں کے لیے۔

اس دوران اس نے کئی ایسے فوڈ پوائنٹز، شاپنگ مالز اور سیاحوں کے گھومنے والی مشہور جگہیں دیکھیں جہاں وہ اور براق اکٹھے آئے تھے۔ اسی میں وہ آئیس کریم پارلر بھی تھا جہاں وہ کئی بار آئے تھے۔ اسے دیکھ کر نینا نے فوراً براق کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ اس نے پہلے کھڑکی سے باہر اس دور جاتے آئس کریم پارلر کو دیکھا اور پھر نینا کو۔ مسکراہٹ بھی خاموش تھی لیکن اس میں بہت کچھ تھا جو ان دونوں کے دل کو بہت سی یادوں میں گم جانے کی ہدایت کرتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ائیر پورٹ آچکا تھا۔ ان دودونوں نے کھڑکی سے باہر اس جگہ کو دیکھا جہاں سے اب ان دونوں کی راہیں جدا ہونے والی تھیں۔ چہرے کے تاثرات بدل سے گئے۔

سلطانہ کی آنکھوں میں نمی سی اتر آئی۔ سلطان کے چہرے پر پہلے سے کئی زیادہ افسردگی چھاگئی۔ اس نے جب سلطان کی طرف دیکھا تو اس نے اپنے چہرے پر ایک مصنوعی سی مسکراہٹ بکھیر لی۔ سلطانہ جانتی تھی کہ یہ مسکراہٹ حقیقی نہیں لیکن پھر بھی خاموش رہی اور بدلے میں خود

بھی اپنے چہرے پر ایک غیر حقیقی مسکراہٹ بکھیر لی۔ دو دونوں کو حقیقت معلوم تھی مگر کہنے کی ہمت نہ تھی۔

اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر نکلا۔ نینا اپنی سائیڈ کا دروازہ کھولنے لگی تو اسے اس کی ضرورت نہ پڑی۔ براق نے پہلے ہی اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ اس نے گاڑی سے باہر قدم رکھا۔

"میں نے کہا نا! میرے ہوتے ہوئے تمہیں ان سب کاموں کے کرنے کی ضرورت نہیں۔"

اس نے اپنی افسردگی کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ نینا اب کی بار پھر ہلکا سا مسکرا دی۔ اس کا دل خاموش سسکیوں کے ساتھ گونج رہا تھا جسے وہ سن سکتا تھا۔

ایک کے دل نے چاہا کہ وہ نہ جائے مگر پھر بھی اسے جانا تھا۔ دوسرے کے دل نے چاہا کہ وہ سب چھوڑ کر اس کے ساتھ ہی رہے مگر وہ اپنے فرض سے دستبردار نہیں ہو سکتی تھی۔

(مسافروں کی ارد گرد ہلچل مچی تھی۔ یہاں ارد گرد کافی اور چائے کے سٹالز اور ان کی چھوٹی دکانیں بھی موجود تھیں۔ کچھ لوگ بریف کیس اٹھائے، تو کچھ سوٹ کیس اور دوسرے بیگز تھامے ٹرمینل پر کھڑے تھے۔ لوگوں کا شور، اعلانات کا اوپر سے گونجنا، آج ان کے دل میں ایک عجیب سی بے چینی پیدا کر رہا تھا۔)

سوٹ کیس کو ہینڈل سے پکڑتے ہوئے وہ آگے کو بڑھا تو نینا اس کے ساتھ قدم ملاتی ہوئی ائیر پورٹ پر چلنے لگی۔ قدموں میں سستی تھی۔ مگر اس سستی کا کوئی فائدہ نہ تھا کیونکہ جدائی مقدر میں لکھ دی گئی تھی۔

ٹرمینل پر سامان رکھوانے کے بعد وہ وقت آ پہنچا تھا... جدائی کا وقت۔

نینا کی سانسیں تھم سی گئیں۔ دل مزید بھاری ہو گیا۔ روح بوجھل سی ہونے لگی۔ لیکن پھر بھی اس نے سامنے کھڑے شخص کے لیے خود کو مسکرانے اور مظبوط دکھنے پر مجبور کیا۔

وہ بھی اسے دیکھ کر مسکرایا۔ اور اسے الوداعی نظروں سے دیکھا۔ اس نے رخ موڑا اور ایک قدم آگے کو لیا۔ یوں لگا کہ اب وہ آنسوؤں پر مزید قابو نہیں پا سکے گی۔

"نینا!۔" براق نے پکارا۔ وہ اگر نہ پکارتا تو شاید وہ آنسو اس کی آنکھ سے ٹپک پڑتا۔ وہ اس کی جانب مڑی۔

"ہاں؟" اپنی تکلیف چھپاتے ہوئے ہلکا سا مسکرا کر پوچھا۔

"اپنا خیال رکھنا۔" جواب کچھ سوچنے کے بعد آیا جیسے وہ کہنا کچھ اور چاہ رہا تھا اور کہہ کچھ ڈالا۔

وہ اس کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ اسے ایسا لگا تھا کہ شاید کچھ اور تھا جو وہ کہنا چاہ رہا تھا لیکن یہ الفاظ بھی اس کے لیے بہت اہمیت رکھتے۔

"آپ بھی۔" اس نے شانے اچکا کر کہا۔

"کال کرتی رہنا۔" اس نے فوراً کہا۔

"اور اگر نہ کروں؟" نینا کی آنکھوں میں شرارت سی ابھری۔ وہ اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔

"تم مجھے انکار کر رہی ہو؟" اس کے نزدیک آتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"ایسا ہی سمجھ لیں۔" جواب دوٹوک انداز میں آیا۔ اسے سلطانہ کی یہ ادا پسند آئی۔

"گڈ۔ تو کوئی بات نہیں۔ تمہارا ہی نقصان ہے۔ تم ہی مجھے مس کرتی رہو گی۔" نینا کو حیرت ہوئی۔ یہ خوش فہمی نہیں تھی یہ حقیقت تھی جس کا اعتراف نینا نے دل ہی دل میں کیا۔

"اف! اتنی خوش فہمی۔" اس نے حقیقت کا اعتراف براق کے سامنے نہ کیا لیکن پھر بھی اس کے اعتراف نہ کرنے میں بھی اعتراف تھا جو کہ صرف براق یامان سمجھ سکتا تھا۔

"یہ خوش فہمی نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں۔ مجھ سے بہتر تمہیں اور کوئی نہیں جانتا۔" اس نے اپنی نیلی آنکھوں سے اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کافی فاتحانہ انداز میں اپنی کامیابی کا اعلان کیا۔

"میں آپ کو مس نہیں کروں گی۔" اس نے ناک اونچی کرتے ہوئے اس کی کامیابی کو ناکامی میں بدلنا چاہا۔ براق نے ابرو اچکائے۔

"ایوت! دیکھ لیں گے۔" سلطان نے سلطانہ کو چیلنج کیا جسے سلطانہ نے سر تسلیم خم کیا۔ دونوں

جانتے تھے کہ یہ چیلنج کس نے جیتنا ہے مگر پھر بھی ایک نے اپنی جیت کا اعلان کیا اور دوسرے نے اسے خوش فہمی قرار دیا۔

وقت ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی کلائی پر پہنی گھڑی کو دیکھا۔ آٹھ بجنے میں صرف دو تین منٹ ہی باقی تھے۔ اس نے جانے کی اجازت چاہی۔ براق نے اس کی کلائی تھام لی اور اس کا دل تھم گیا۔ یہ اس کے لیے بہت بڑا امتحان تھا۔ براق نے اسے چند لمحے خاموشی سے دیکھا۔ وہ نم آنکھوں کے ساتھ مسکرائی اور اپنا سر نفی میں ہلایا۔ وہ اس کی نم آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔ اور پھر اس نے اس کی کلائی چھوڑ دی۔ وہ مسکرایا۔ اس مسکراہٹ کے پیچھے چھپی تکلیف صرف وہی جانتا تھا۔

اس نے اب اس کی طرف سے چہرہ موڑ لیا۔ ایک گہری سانس لی۔ اور جانے لگی۔ وہ اسے ساکن سا کھڑا یوں جاتا دیکھتا رہا۔ ایک مرتبہ بھی نینا نے پیچھے مڑ کر اسے نہیں دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں سے آنسو کا ایک قطرہ لڑکھڑاتا ہوا ٹھوری تک آیا۔ اس نے ارد گرد دیکھتے ہوئے فوراً اس آنسو کو اپنے ہاتھ سے صاف کر لیا۔ وہ ہوائی جہاز کی سیڑھیوں تک آئی۔ کچھ لمحے وہاں ٹھہری۔ نظر اٹھا کر اسے دیکھنا چاہا مگر ہمت نہ ہوئی اور ہوائی جہاز کے اندر چلی گئی۔ بغیر اسے دیکھے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اسے مسلسل دیکھ رہا تھا۔

براق کے چہرے کے تاثرات بالکل مختلف تھے۔ وہ کچھ دیر پہلے جو تاثرات نینا کے سامنے قائم کیے ہوئے تھا وہ اب غائب ہو چکے تھے۔ وہ ارد گرد لوگوں کی بھیڑ میں تنہا ہو گیا تھا۔

جب تک جہاز ٹیک اوور نہیں کر گیا وہ اسے دیکھتا رہا۔ماحول میں کافی اور چائے کی خوشبو کے ساتھ جیٹ فیول کی تیز خوشبو بھی شامل ہو گئی۔

اس کے جانے کے بعد وہ چند لمحے وہاں موجود ایک بینچ پر خاموشی سے بیٹھا رہا۔ارد گرد کی دنیا جیسے یک دم تبدیل سی ہو گئی تھی۔ اس کا دل بھاری تھا۔

"یا اللہ! مجھے صبر دے۔" الفاظ زبان سے خود بخود ادا ہوئے۔ اور پھر اس کے دل کو کچھ تسلی ملی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آسمان پر سفید روئی جیسے بادلوں کو وہ ہوائی جہاز کی کھڑکی سے دیکھ رہی تھی۔ استنبول اب تک جا چکا تھا اور وہ بھی۔ اس کا دل بھاری تھا۔ آنکھیں بوجھل سی تھیں۔ اس کے موبائل کی سکرین جگمگائی تو اس نے موبائل پر دیکھا۔ حلیمہ صاحبہ کا میسج جگمگا رہا تھا۔ اس نے انہیں کال کی۔

کچھ دیر ان سے بات ہوئی اور انہیں بتایا کہ وہ پاکستان کے لیے روانہ ہو چکی ہے۔ زیادہ بات نہیں ہو پائی۔ پھر فون رکھ دیا۔

چند لمحے کچھ سوچا اور پھر عریشہ کو کال ملائی۔

"عریشہ! میں پاکستان آ رہی ہوں۔ دوپہر تک پہنچ جاؤں گی۔ مجھے تم سے کل ملنا ہے۔" معمول کی گفتگو کے بعد اس نے سنجیدگی سے کہا۔ آنکھیں اب خشک تھیں۔

"ٹھیک ہے!۔ تو کس ٹائم...؟" وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکی۔

"کل صبح دس بجے۔" اس نے فوراً کہا جیسے سب کچھ وہ پہلے سے ہی طہ کر چکی ہو۔

"اوکے ڈن!۔" دوسری جانب سے اس نے سرد سے لہجے میں کہا۔ اور پھر نینا نے فون بند کر دیا۔

عریشہ نے اس سے بات کرنے کے فوراً بعد اسے کال ملائی جسے اب کال ملانا اس کا کام تھا۔

"میکائیل صاحب! نینا مجھ سے کل صبح دس بجے ملنا چاہتی ہے۔" دوسری جانب سے فون اٹھتے ہی اس نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے۔ تم وہی کرو گی جو تمہیں کرنا چاہیئے۔" میکائیل نے سرد مہری سے کہہ کر فون کھٹرک سے بند کر دیا۔ عریشہ چند لمحے فون کو یونہی دیکھتی رہی۔ چہرے پر ناگواری سی اتری۔

"اگر تم "میکائیل ملک" کی جگہ صرف "میکائیل" ہوتے تو میں تمہیں تمہاری اوکا دیاد دلا دیتی۔ ہونہہ!۔" اس نے لب بھینچتے ہوئے ناگواری سے کہا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسلام آباد، پاکستان۔

رات نے اپنے پر ہر سو پھیلا لیے تھے۔ چاند آج بادلوں میں چھپ سا گیا تھا جس وجہ سے وہ اپنی روشنی ٹھیک سے بکھیر نہیں پا رہا تھا۔

(نینا دوپہر میں ہی پاکستان پہنچ گئی تھی۔ اس کے وہاں پہنچتے ہی پہلا سوال جو حلیمہ صاحبہ اور اریحہ نے کیا وہ یہی تھا کہ

"میرائے کے ساتھ یہ سب کیسے ہوا؟ کیوں ہوا؟" جس کے جواب نینا نے وہی دیے جو دینے چاہیئے تھے۔ اس نے سب کو سچ بتایا۔ لیکن اس طرح سے کہ کسی کہ عیبوں پر سے پردہ بھی نہ ہٹے۔ ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ اسے قتل مرات نے کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ وہ براق سے کسی قسم کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ یہ سچ تھا۔ اس میں کچھ جھوٹ بھی نہ تھا۔ بات شک کیے بغیر مان لی گئی۔

نینا کے پاکستان آنے کی وجہ حلیمہ صاحبہ اور احسن صاحب کو معلوم تھی۔ اس نے انہیں پاکستان آنے سے پہلے سب بتا دیا تھا کہ وہ براق کے کہنے سے پہلے خود بھی پاکستان آنا چاہتی تھی۔ وجہ اس نے پاکستان میں کرنے والے اپنے کچھ اہم کام بتائے۔)

وہ اپنے کمرے میں موجود تھی۔ وہ کمرہ جس میں اس نے اپنا بچپن گزارا تھا۔ وہ براق سے شادی کے بعد پاکستان کو یاد کرتی تھی۔ بہت یاد!۔ وہ دوبارہ اپنے گھر آنا چاہتی تھی۔ اپنے کمرے میں رہنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ یہاں اس طرح سے آئے گی، اس کی اسے بالکل توقع نہ تھی۔

بیڈ کے کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے، لیپ ٹاپ اپنی گود میں رکھے، اس کی انگلیاں مسلسل لیپ ٹاپ پر کچھ ٹائپ کیے جا رہی تھیں۔ اس کے چہرے کے تاثرات خشک تھے۔

لیپ ٹاپ پر ایک فائل بنانے کے بعد اس نے اس کی سکرین بند کر دی۔ لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھا۔ ایک گہری سانس لی۔ آنکھیں چند لمحے کے لیے بند کیں۔ وہ آج پاکستان آئی تھی اور بغیر تھوڑی دیر آرام کیے، وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔ اس کے اعصاب تناؤ کا شکار تھے۔ سفر کی تھکن الگ تھی اور کام کی تھکن الگ۔

سائیڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا۔ سکرین آن کی۔ میسجز کی لائن لگی تھی۔ اس نے میسجز چیک کیے، کوئی بھی میسج اتنا اہم نہیں تھا کہ اس کا جواب وہ ابھی دے۔ لیکن ایک دم اسے حیرت ہوئی۔ اتنے سارے میسجز میں اس کا میسج نہیں تھا۔ وہ پہلے حیران ہوئی اور پھر پریشان۔ وہ سیدھی ہو کر بیٹھی۔ موبائل پر براق کا نمبر نکالا اور چند لمحے سکرین پر روشن اس نمبر کو دیکھا۔ پھر اسے فون ملا دیا۔

چند لمحے فون رنگنگ پر رہا اور پھر دوسری جانب سے فون اٹھا لیا گیا۔ اس نے فوراً فون کان سے لگایا۔

"ہیلو؟" اس نے پریشان کن انداز میں بولا۔

"تم چیلنج ہار گئی۔" دوسری جانب سے براق نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ وہ اس کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ پہلے وہ سمجھ نہ سکی کہ وہ کس بارے میں بات کر رہا تھا۔ اور پھر اسے سمجھ آ گئی۔

"تو آپ نے اس چیلنج کو اتنا سیریس لیا تھا؟" اس نے اپنی ناکامی چھپاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"سیریس تو تم نے بھی لیا تھا۔ وہ الگ بات ہے کہ تم جیت نہیں پائی اس لیے ایسے کہہ رہی ہو۔"

یہ سن کر وہ مسکرائی۔ مزید احتجاج اس نے بھی نہیں کیا۔ وہ کرنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ یہ ہار اس کے لیے اعزاز تھی۔

"تو پہنچ گئی تم خیریت سے؟" دوسری جانب سے براق نے پوچھا تو نینا کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھرے۔

"یہ تو اب آپ نہ ہی پوچھیں۔ ایک میسج بھی نہیں کیا آپ نے۔ مجھے اتنے زیادہ میسجز آئے ہوئے تھے لیکن افسوس! ان میں سے ایک میسج بھی آپ کا نہیں تھا۔ ہونہہ!۔" اس نے شکوہ کن لہجے میں کہا تو براق دوسری جانب سے زیر لب مسکرایا۔

"میں نے اس چیلنج کو بہت سیریس لیا تھا نینا! اسی لیے تمہیں میسج نہیں کیا۔" اس نے جتاتے ہوئے کہا۔

"اللہ! اللہ! اب اپنی اس لاپرواہی کو اس چیلنج کا نام نہ دیں۔" اس نے اپنا ہر لفظ چبا چبا کر کہا۔ اسے براق پر جب بھی غصہ آتا، وہ اسی کے انداز میں اس سے بات کرتی۔

"اوِت اوِت! میں اپنی غلطی مانتا ہوں۔ آپ جو سزا دیں گی ہمیں قبول ہے۔" اس نے ہتھیار ٹالے۔

"ٹھیک ہے۔ میں نے معاف کیا آپ کو۔ اب ذرا میں وہ بات کر لوں جس لیے میں نے آپ کو فون کیا ہے؟" اس نے جتاتے ہوئے کہا۔

"جی کہیے۔ میں بھی بس آپ ہی کو سننے کے لیے تو یہاں بیٹھا ہوا ہوں۔" اس نے بھی اپنا ہر لفظ چبا چبا کر کہا۔ وہ زیر لب مسکرائی۔

"آنے چلی گئیں؟"

"ہاں! تمہارے جانے کے بعد میں انہیں ایک محفوظ جگہ چھوڑ آیا تھا۔" اس نے بتایا تو اب کی بار اس کے لہجے میں افسردگی تھی۔

("مطلب وہ گھر میں اب بالکل اکیلا تھا۔" نینا نے دل ہی دل میں سوچا تو اسے اس کی پہلے سے زیادہ فکر ہونے لگی۔ وہ کیسے رہے گا؟ اس کے کھانے پینے کی فکر اسے پریشان کرنے لگی۔)

"لیکن تم میری فکر نہ کرو۔ میں ایک فوجی ہوں اور مجھے اکیلا رہنا آتا ہے۔" نینا کی خاموشی کی وجہ وہ جان گیا تھا۔

"اپنا بہت خیال رکھیے گا براق!۔" اس کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔ خشک آنکھوں میں نمی پھر سے اتر آئی۔

"اگر تم چاہتی ہو کہ میں اپنا خیال رکھوں تو تم اپنا بھی پورا خیال رکھنا۔ جانتی ہو نا! تمہاری تکلیف میری تکلیف ہے۔ اور تمہارا سکون میرا سکون۔" اس کے لہجے میں نینا کے لیے محبت تھی، جو ہمیشہ اس سے بات کرتے ہوئے موجود ہوتی۔ وہ جب بھی اس سے بات کرتی، وہ ضرور ایسی بات کہہ ڈالتا جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کے دل میں گھر کر جاتی۔

گفتگو چند لمحے مزید جاری رہی اور پھر نینا نے فون رکھ دیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ترکی

استنبول

یہ ایک کانفرینس روم تھا جہاں دونوں اطراف میں کرسیاں پڑی تھیں جس پر مرد حضرات ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھے تھے۔ ادھر موجود ہر شخص میں ایک بات مشترکہ تھی۔۔ ان کی گردن میں موجود سریا۔ چہرے سپاٹ تھے۔ آنکھیں ویران تھیں۔ ایک سیاہ سرمئی سی روشنی پھیلی تھی ہر جانب۔

ایک شخص کانفرینس روم کی اعلیٰ عہدے کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ یہاں صرف دو ترک شہری موجود تھے جن میں اونور بھی شامل تھا، اور باقی دوسرے ممالک کے افراد تھے۔

"اونور بے! مرات اب تک کچھ کر کیوں نہیں پایا؟" ایک شخص نے سرد مہری کے ساتھ پوچھا۔

وہ "ملحد" تھا۔

"مرات ہمارے مقصد کے بہت قریب ہے۔ جلد ہی وہ ترکیے میں اتنی تباہی مچائے گا کہ کوئی بھی شخص اس ملک میں سکون سے نہیں رہ پائے گا۔" انہوں نے بہت یقین کے ساتھ سامنے بیٹھے ملحد شخص سے کہا۔

(یہاں پر وہ لوگ موجود تھے جو ترکی کو ترقی کی راہ سے روکنے کے خواہشمند تھے۔ اس میں ترکی کے مخالف ممالک کے دہشت گرد، کچھ مخالف ممالک کے اعلیٰ عہدے دار بھی تھے، اور یہاں وہ افراد بھی شامل تھے جنہوں نے ترکی کی عظیم خلافت کا خاتمہ کیا۔)

"یہ سب باتیں پرانی ہوگئی ہیں۔ تم یہ بات بتاؤ کہ وہ اب تک کامیاب کیوں نہیں ہو سکا؟" اس ملحد نے فوراً دوٹوک لہجے میں پوچھا۔

"ایک فوجی۔۔ میں نے بتایا تھا آپ سب کو اس بارے میں۔ براق یامان! وہ اب تک اس کے راستے میں اٹکا ہوا ہے۔ لیکن مرات بہت کوشش کر رہا ہے اسے راستے ہٹانے کی۔ یہاں تک کہ وہ اس کی بہن کو بھی موت کے منہ میں دھکیل چکا ہے۔" اس نے وضاحت کی۔

"اونور! (**لہجے میں اب طیش کی لہر تھی**) اگر وہ راستے کا کانٹا بنا ہوا ہے تو اسے مٹا دو۔ یہ کوئی مشکل

کام نہیں۔ ہے نا؟" اب کی بار اعلیٰ عہدے کی کرسی پر بیٹھے شخص نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

وہ شخص ان میں سے کافی مختلف تھا۔ اس نے ایک چھوٹی گول ٹوپی سر پر پہنی ہوئی تھی جسے **"کپاہ" (یرملکے)** کہتے ہیں جسے یہودی مرد عام طور پر ہر وقت پہنتے ہیں۔ وہ ایک یہودی تھا۔ ہاتھ کی ایک انگلی میں انگوٹھی پہنی تھی جس پر ایک ستارہ بنا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک ویرانگی سی تھی جیسے یہاں موجود ہر شخص کے چہرے پر تھی۔ وہ زندہ ہوتے ہوئے بھی مردہ لگتا۔

(جب انسان کا دل مردہ ہو جاتا ہے تو چہرے پر بھی وہی تاثرات ظاہر ہوتے ہیں۔)

"تم ہمارا کام یاد رکھو!۔"

"ترکی میں امن نہیں ہونا چاہیے۔ اگر امن ہوا تو یہ ترک اپنے مقصد تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ یہ ہم سے وہ سب چھین لیں گے جو ہم نے ان سے کافی عرصہ پہلے لے لیا تھا۔ یہ چاہیں گے کہ یروشلم، مسجد اقصیٰ، دریائے نیل، فرات کی برکتوں پر ان کا قبضہ ہو۔ یہ ہمیں تباہ کرنا چاہیں گے۔ اور تو اور یہ اپنی کھوئی ہوئی خلافت واپس لانا چاہیں گے۔ جس کا نقصان ہم سب کو ہو گا۔ سمجھ آئی؟" اس شخص کی آنکھوں میں ایک خوف تھا۔

اونور اور وہاں موجود ہر شخص اس کی بات سن کر اثبات میں سر ایسے ہلاتا جیسے وہ سب اس کے غلام ہوں اور وہ آقا۔

"یاد رکھو! ترکی کو یہاں تک لانے میں ہم نے بہت محنت کی ہے۔ یہاں کے نوجوان اپنی روایتیں بھول چکے ہیں۔ جنہیں اپنی روایتیں یاد ہیں، انہیں یہاں کے لوگ تنگ ذہن کہہ کر پیچھے کر دیتے ہیں۔ یہاں کے لوگ اپنے مذہب سے دور ہو کر مغرب کے طرز زندگی کو اپنانے میں مگن ہیں۔ یہاں باقی ممالک کی طرح "ڈالرز" کا راج چلتا ہے۔" اس نے ایک وقفہ لیا۔

"لیکن جس دن ان میں ایک عظیم رہنما نے قدم رکھا۔ جس دن ان کے نوجوان خواب غفلت سے جاگ گئے، اس دن۔۔ **(اس کے چہرے پر ایک عجیب ساخوف طاری ہو گیا)** اس دن ہم اپنے سامنے خلافت کو بنتا دیکھیں گے۔ اور ہم کچھ نہیں کر پائیں گے۔"

کانفرنس روم میں سناٹا چھا گیا تھا۔

"لیکن ایسا نہیں ہو گا۔ ہم یہاں امن قائم ہی نہیں ہونے دیں گے۔ ہم یہاں کے نوجوانوں کو دنیا کی عیش کو عشرت میں اس قدر مگن کر دیں گے کہ وہ اپنا مقصد سب بھلا دیں گے۔ یہاں کے لوگ ہمیشہ پیسے کی دوڑ میں پڑے رہیں گے۔ ایسی دوڑ جس میں سے وہ کبھی نکل نہیں سکیں گے۔" اس نے اپنی بات مکمل کی۔

"آپ فکر مت کریں۔ ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ ہم ایسا ہونے ہی نہیں دیں گے۔" اب کی بار ایک برطانوی اعلیٰ عہدے دار بہت یقین اور فخر سے بولا۔

"خلافت کے بخیے ادھیڑ دینے کے بعد ہم نے ترکی کو اپنا غلام بنالیا ہے۔ یہ ہر طرف سے ہمارے پنجوں میں قید ہے۔ اور اسے آزادی کبھی نہیں مل سکتی۔ یہ جو لوگ ادھر آزادی کا پرچار کرتے ہیں انہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ آزادی ہے کیا۔" کانفرنس ہال میں اس کے قہقہے کی آواز گونجی۔ اونور یہ سب خاموشی سے سن رہا تھا۔

(یہاں پر موجود دو ترک افراد اپنے ملک کے غدار تھے۔ ترکی کی خلافت کو اور خلافت کے بعد بھی، ملک کو دوسرے دشمنوں کے ساتھ ساتھ غداروں نے بھی بہت نقصان پہنچایا ہے۔ ان کی تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ ان کی غداری کا سبب صرف اور صرف "پیسہ" تھا۔

یہ اپنے نفس کے ، پیسے کے، اور شیطان کے غلام تھے۔)

"اس فوجی۔۔ کیا نام لیا تھا تم نے؟" اس اسرائیلی نے لاپرواہی سے پوچھا۔

"براق۔ براق یامان۔" اونور نے بتایا۔

"ہاں وہی۔ اسے جلد راستے سے ہٹاؤ۔ اور اگر ایسا نہ کر سکے تم، تو یاد رکھنا ہمارا تم سے کوئی واسطہ نہیں۔ تم سے زیادہ قابل لوگ ہیں ہمارے پاس۔" اب کی بار اس نے طیش کے عالم میں کہا تو اونور پر لرزہ طاری ہو گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نینا سے فون پر بات کرنے کے بعد اس نے جب گھڑی پر وقت دیکھا تو رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ وہ اپنے کمرے میں تھا۔

میرائے کے جانے سے ان کے گھر کی ساری رونق چلی گئی تھی لیکن آج اسے اس بات کا شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ نینا کے جانے سے اس کے کمرے کا "سکون" اور "رونق" دونوں چلا گیا تھا۔ وہ بیڈ پہ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

(نینا سے پہلے اس نے کافی دیر جیمرے خاتون اور پھر احمت اور دندار بے سے فون پر بات کی تھی۔)

موبائل کو سائیڈ ٹیبل پر رکھنے کے بعد ایک نظر اس نے کمرے میں دہرائی۔ کمرے میں موجود ہر شے اس کی یاد تازہ کرتی۔ اس نے نظریں پھیریں اور سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھایا اور پیا۔ گلا فون پر کافی دیر بات کرنے سے خشک ہو چکا تھا۔

شیشے کا گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر وہ بستر سے اٹھا اور کمرے کی بتیاں بجھا دیں۔ بستر پر آ کر سیدھا لیٹا۔ آنکھیں بند کیں۔ سونے کی کوشش کی مگر نیند اس کو چھو کر بھی نہیں گزر رہی تھی۔ یہ اب اس کے لیے کوئی نئی بات نہ تھی۔

وہ جب بھی آنکھیں بند کرتا تو میرائے اور یامان بے کا چہرہ اس کے سامنے آشکار ہو جاتا۔

آج اسے اس کمرے میں عجیب سی گھٹن ہو رہی تھی۔ اور اس کی وجہ صرف ایک ہی تھی...

سلطان کی سلطانہ کا نہ ہونا۔ اس نے آنکھیں کھول لیں۔ چہرے پر بیزاری سی تھی۔

وہ تیز قدم چلتا ہوا کمرے سے باہر نکلا اور سٹڈی روم میں چلا گیا۔ یہ اس کا روزانہ کا معمول بن گیا تھا۔ وہ یامان بے اور میرائے کی تصویر کو گھنٹوں دیکھتا اور دل ہی دل میں اپنے سے کئی وعدے... اور شکوے کرتا۔

وہ کرسی کھینچ کر بیٹھا۔ دراز سے وہ فوٹو فریم نکالا جو اس نے میرائے کو سالگرہ پر دیا تھا۔ اس تصویر کو معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگا۔

(کمرے کی تمام بتیاں جلی ہوئی تھیں۔ صرف کمرے کی ہی نہیں، پورے گھر کی۔ وہ سر پر ہاتھ رکھے بستر پر بیٹھا تھا۔ چہرے سے کافی پریشان دکھائی دیتا۔ آنکھوں کے گرد ہلکے مزید گہرے ہو گئے تھے۔

"مجھے کیا ہو گیا ہے؟" اس نے اپنے آپ سے ہی نا سمجھی سے کہا۔)

وہ اس تصویر کو دیکھ رہا تھا جب اسے کچھ یاد آیا۔ وہ اپنے کمرے میں بھاری قدم چلتا ہوا گیا۔ الماری کی جانب بڑھ کر اس کا لاکر کھولا اور ایک ڈائری نکالی۔ اس ڈائری کو غور سے دیکھا۔ اور پھر ساتھ رکھے صوفے پر اس ڈائری کو ہاتھ میں لیے آکر بیٹھا۔ ڈائری کھولی اور اس کے اوراق پلٹنا شروع کیے۔ وہ اسے کئی مرتبہ پڑھ چکا تھا لیکن آج وہ اسے پھر پڑھ رہا تھا۔

(وہ بستر سے اٹھا۔ سانسیں تیز تھیں۔ چہرہ ویران سا تھا۔۔ اکتایا ہوا۔۔ بیزار۔۔ اور خوف زدہ۔ سنگھار میز کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اپنے آپ کو ایک نظر شیشے میں دیکھا اور پھر سنگھار میز پر سجی اشیاء کو۔)

اس نے تھوڑی سی ہی دیر میں اس ڈائری کو مکمل پڑھ لیا۔ پھر اس کو ہاتھ میں پکڑے ہوئے غور سے دیکھا۔ ذہن کے پردوں پر کچھ ابھرا۔

(نیلی آنکھوں والی وہ لڑکی اکثر جب خفا ہو جاتی یا خوش ہوتی تو اپنی ڈائری نکال کر لکھنے لگتی۔ میرائے ہمیشہ اپنے کمرے میں بیٹھ کر رات کے وقت ڈائری لکھا کرتی۔ یہ عادت اسے یامان بے سے ہی ملی تھی۔)

براق نے وہ ڈائری واپس لا کر میں رکھی اور اپنے کمرے سے باہر نکلا۔ آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی۔

(مرات کی سانسیں مزید تیز ہوئیں۔ پریشانی طیش میں بدل گئی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ سنگھار میز پر سجی اشیاء کی جانب بڑھائیں اور ایک کے بعد ایک چیز توڑنا شروع کر دی۔ پرفیومز کی بوتلیں ریزہ ریزہ ہو گئیں جس طرح سے وہ خود کو ریزہ ریزہ محسوس کر رہا تھا۔ کمرے میں شور کی آواز اس کے دل و دماغ میں چلنے والے طوفان کے شور کے سامنے کچھ نہیں تھی۔ وہ چلانے لگا دیوانوں کی طرح۔ آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ پرفیومز کی ٹوٹی بوتلوں کے شیشے اس کے ہاتھ پر بھی لگے۔ ان زخموں میں سے اب خون بہنے لگا تھا۔

وہ زمین پر ڈگمگا سا گیا۔ وہ حواس باختہ تھا۔

"تم میرے ذہن سے نکل کیوں نہیں جاتی؟" وہ چیخا مگر وہاں کوئی نہیں تھا جو اسے خاموش کرواتا یا اسے سہارا دیتا۔

وہ تنہا تھا، آج اسے اس کا شدت سے اندازہ ہو رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بہتے خون کو دیکھا تو اس کی آنکھوں کے آگے میرائے کا چہرہ آ گیا۔ ہنستا مسکراتا چہرہ۔)

براق میرائے کے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے کی بتیاں جلائیں جو کئی دنوں سے بجھی تھیں۔

میرائے کے جانے کے بعد یہاں آنے کی کوئی ہمت نہ کرتا لیکن اس نے آج ہمت کرلی تھی۔ وہ اس کی الماری تک گیا۔ الماری کی چابیاں اس کے ہاتھ میں تھیں۔ الماری کا دروازہ کھولتے ہی اس نے سامان ادھر ادھر کیا۔ اور دراز کھولا۔ اسے وہ مل گیا جس کی اسے تلاش تھی۔ وہ میرائے کی ڈائریز تھیں جو وہ لکھا کرتی۔ اس نے اس کی وہ ڈائری ہاتھ میں لی جس پر سال 2022ء لکھا تھا۔

اس نے الماری بند کی۔ باقی ڈائریز اس میں واپس رکھیں۔

وہ اس ڈائری کو لیے سٹڈی روم میں گیا۔ کرسی کھینچ کر بیٹھا اور میز پر اپنے سامنے اس ڈائری کے صفحے پھیلائے۔ اس کی آنکھوں کی چمک مزید بڑھ گئی۔

"میرائے! تمہارے مجرم کو سزا ضرور ملے گی۔ ضرور!۔"

اس نے زیر لب کہا۔

("براق! میری اس حالت کے ذمہ دار صرف تم ہو۔ تم زندہ ہو اس لیے بار بار وہ میرے ذہن میں آتی ہے۔ وہ مجھے یہ یاد دلاتی ہے کہ تم زندہ ہو۔ جب تک میں تمہیں ختم نہ کرلوں، تب تک میں چین سے نہیں بیٹھوں گا۔" اس نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے طیش کے عالم میں کہا۔)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اپنے کمرے میں موجود سٹڈی ٹیبل کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھی تھی۔ سامنے ایک پیکٹ پڑا تھا۔ یہ وہی پیکٹ تھا جو اسے عباس احمد نے دیا تھا۔ اس نے پیکٹ لاکر میں رکھوالیا تھا اور ترکی سے واپسی پر یہ پیکٹ وہ اپنے ساتھ ہی لائی۔ اس پیکٹ کے بارے میں اس کے اور عباس احمد کے علاوہ کسی کو معلوم نہ تھا۔ اور اب اس بارے میں صرف نینا کو معلوم تھا۔

اس نے وہ پیکٹ کھولا۔ اس میں کچھ تصاویر نکلیں اور کچھ یو ایس بیز، اس کے ساتھ اس میں سے ایک ڈائری بھی نکلی۔ اسے یاد تھا کہ عباس احمد نے اسے اس ڈائری کے بارے میں بتایا تھا۔ یہ ماریہ کی ڈائری تھی۔ میکائیل کی بیوی ماریہ کی!

اس نے ان تصاویر کو دیکھا۔ اس میں عباس احمد کی چند افراد سے کی گئی ملاقاتوں کی تصاویر تھیں۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ ان تصاویر میں میکائیل ان لوگوں کے ساتھ دیکھا جا سکتا تھا جو ملک کے خلاف طرح طرح کی سازشوں میں ملوث تھے۔

(ان میں ایک تصویر ایسی تھی جس میں میکائیل کو "راجیش" کے ساتھ دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ ایک دہشت گرد تھا جو پاکستان کے اثر ورسوخ رکھنے والی شخصیات کو خریدتا اور ان سے اپنے مطلب کے کام کرواتا۔ اس کو ایڈ ہندوستان سے ملتی۔ میکائیل بھی راجیش کے لیے ہی کام کرتا۔ ملک میں ہونے والی کئی بم دھماکوں اور تباہیوں کا ذمہ دار میکائیل ہی تھا۔ یہ بات ان تصاویر سے اور نینا کے پاس موجود معلومات سے واضح ہو رہی تھی۔)

لیکن ان تصاویر کو میکائیل آرام سے جعلی قرار دے سکتا تھا، یہ وہ جانتی تھی۔

اس کے بعد اس نے ڈائری ہاتھ میں تھامی۔ اس کا کور ہلکے بھورے رنگ کا تھا۔ اسے حیرت بھی ہوئی کے میکائیل کو اس بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ ڈائری اس کے گھر سے غائب ہو چکی تھی۔

(میکائیل آہستگی سے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ وہ کافی عرصے سے اس کمرے میں نہیں گیا تھا جہاں اس نے ماریہ کے مرنے کے بعد اس کی ساری چیزیں رکھوالی تھیں۔ وہ کمرہ صرف صفائی کے لیے کھلتا، اس کے بعد وہاں کسی کو جانے کی اجازت نہ تھی۔)

نینا کے چہرے پر ایک کے بعد ایک تاثر آ کر جاتا۔ وہ اس ڈائری کو متوجہ ہو کر پڑھ رہی تھی۔

"میکائیل کو جیسا میں سمجھتی ہوں وہ اس سے کافی مختلف ہے۔" ڈائری پر ماریہ کی لکھی یہ سطر پڑھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری، شاید اسے اس میں میکائیل کے خلاف بہت کچھ مل جائے۔

("بیچاری ماریہ!۔" اس نے افسردگی کے ساتھ سر ہلاتے ہوئے زیر لب کہا۔)

وہ ایک کے بعد ایک صفحہ پلٹتی اور چند ہی منٹ میں اسے پڑھ لیتی۔

(اس نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ چہرے پر ایک مسکراہٹ سی ابھری۔ ارد گرد اندھیرا تھا۔ س نے روشنی کرنا چاہی۔ بتیاں جلائیں تو اس کی خواہش پوری ہوئی۔

"کافی دن ہو گئے ہیں تم سے ملے ہوئے ماریہ !۔" وہ اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتا ہوا زیر لب بڑبڑایا۔)

ڈائری آدھی سے زیادہ وہ پڑھ چکی تھی اور باقی کا حصہ بھی وہ ابھی ختم کرنے میں مصروف تھی۔

"میکائیل بہت مختلف شخص ہے۔ میں اسے کبھی جان ہی نہیں پائی۔ اس کی باتیں مجھے عجیب سی کش مکش میں ڈال دیتی ہیں۔ میرے گھر والوں نے ہمیشہ مجھے اپنے ملک سے پیار کرنا سکھایا ہے۔ لیکن مجھے میکائیل کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنی دولت... اپنے عہدے کا غلط استعمال کرتا ہے۔"

ماریہ کے الفاظ میں بہت کچھ تھا۔

"میکائیل کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ اس کے لیے "پیسہ" ہی سب کچھ ہے۔ وہ پیسے کے پیچھے پاگل ہے بالکل۔" اگلے صفحے کی پہلی سطر تھی یہ۔

(میکائیل اس کمرے میں موجود ایک پرانی سی سنگھار میز کی جانب بڑھا۔ اس کمرے میں وہ فرنیچر موجود تھا جو ماریہ کو جہیز میں ملا تھا۔ اس سنگھار میز پر اس کی کچھ چیزیں بے ترتیب سے انداز میں رکھی گئی تھیں۔ اس پر ایک چوڑیوں کا سیٹ پڑا تھا۔ یہ وہ سیٹ تھا جو میکائیل نے ماریہ

کو ان کی شادی کی پہلی سالگرہ پر تحفے میں دیا۔ اس کے جانے کے بعد یہ سیٹ میکائیل نے یہاں رکھوا لیا اور اس کو یہاں سے اٹھانے کی ہمت کسی نے بھی نہ کی۔

میکائیل نے وہ سیٹ پکڑا اور اسے دیکھا۔ چہرے پر بہت سے تاثرات ابھر آئے۔

"کیوں ماریہ؟ تم جانتی تھی نا کہ میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں۔ پھر بھی تم نے؟" اس نے افسوس سے سر جھٹکا۔ اسے ماریہ کی غلطی پر دکھ ہوا جو صرف میکائیل ملک کے لیے "غلطی" تھی۔)

اس کے کمرے کا دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا تو وہ چوکنا ہوئی۔

"کون؟" سوال فوراً پوچھا گیا۔

"میں ہوں نینا۔" حلیمہ صاحبہ کی آواز پر اس نے اپنے سامنے رکھی چیزوں کو پیکٹ میں ڈالنا شروع کیا۔

"آجائیں امی۔" ساتھ ہی وہ پیکٹ میں چیزیں واپس ڈال رہی تھی۔ حلیمہ صاحبہ نے کمرے کا دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوئیں۔

"کیا کر رہی ہو؟" اسے وہ سامان پیکٹ میں ڈالتا دیکھ کر انہوں نے معمولی سے انداز میں پوچھا۔

"کچھ نہیں بس تھوڑا کام تھا، وہی کر رہی تھی۔" اس نے پیکٹ میں سارا سامان ڈالا اور اسے اپنی الماری کے لاکر میں رکھ دیا۔ حلیمہ صاحبہ کو یہ جاننے میں کوئی دلچسپی نہ تھی کہ اس نے وہ پیکٹ لاکر میں کیوں رکھا ہے۔

وہ ان کے پاس بیڈ پر برابر میں آ کر بیٹھی۔ دونوں کے چہروں پر ایک مسکراہٹ قائم تھی۔ وہ خاص مسکراہٹ جو ماں بیٹی کے چہروں پر ایک دوسرے کو دیکھ کر قائم ہوتی ہے۔

"نینا! تم سے ایک سوال پوچھوں؟" انہوں نے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے پوچھا۔ ان کی آنکھیں سیاہ تھیں، بالکل نینا کی طرح۔

"جی ضرور۔" اس نے فوراً کہا۔

"کیا کوئی مسئلہ ہے؟ تم یہاں کس سلسلے میں آئی ہو؟" ان کے لہجے میں پریشانی خوب واضح تھی۔

(وہ اب اس کمرے میں رکھی الماری کی جانب بڑھا۔ الماری کو کھولتے ہوئے اس نے ایک نظر اس میں رکھیں چیزوں کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں کو ایک دم کچھ کھٹکا۔)

"امی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ بس میں یہاں اپنا ایک فرض پورا کرنے آئی ہوں۔" اس کی آنکھوں میں ایک چمک تھی۔

"کیسا فرض؟" سوال فوراً پوچھا گیا۔

"وہ آپ کو جلد معلوم ہو جائے گا۔" جواب بھی فوراً دیا گیا۔

(میکائیل کے چہرے پر پہلے نا سمجھی کی لہر آئی، پھر بے یقینی کی اور پھر وہ حواس باختہ سا ہو گیا۔ وہ یہاں پڑی چیزوں کی ترتیب اچھے سے جانتا تھا۔ لیکن آج یہاں موجود چیزوں کی ترتیب مختلف تھی۔ اس الماری کو اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کھول سکتا تھا۔ اس کی چابیاں اس کے ملازم اسلم کے پاس تھیں، جو وہ صرف اسے ہی دیتا۔)

اس نے حلیمہ صاحبہ کا ہاتھ نرمی سے تھاما۔ آنکھوں میں نمی سی اتری۔

"آپ میرے لیے دعا کریں کہ میں جس کام کے لیے یہاں آئی ہوں وہ پورا ہو جائے۔"

"اللہ تمہیں اس میں ضرور کامیاب کرے گا نینا۔ کیونکہ اللہ نیک نیت سے کام کرنے والوں کو ہمیشہ کامیابی دیتا ہے۔" انہوں نے اس کا ہاتھ نرمی سے سہلاتے ہوئے کہا۔

(اس نے الماری کا دراز کھولا۔ وہی ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔ اس نے دراز میں سے چیزیں ادھر ادھر کرنا شروع کیں مگر وہ نہ مل سکا جس کی اسے تلاش تھی۔ دراز کھٹرک سے بند کیا۔ الماری کے سارے خانے بے چینی سے باری باری دیکھنا شروع کیے مگر سب بے سود رہا۔)

"تم پریشان ہو؟" انہوں نے اس کے چہرے کی پریشانی کو پہچانتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔ میں بس انتظار کر رہی ہوں اس لمحے کا جب ظالم کو اس کے ظلم کی سزا ملے گی۔" آواز میں یقین تھا۔

(وہ حواس باختہ سا ہو کر الماری سے پیچھے کو ہٹا۔ ایک نظر ارد گرد دہرائی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں۔ چہرے کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا جیسے کسی سے اس کی بہت قیمتی چیز چھین لی ہو۔ دل کی دوڑ تیز تھی۔ آنکھیں بے یقینی سے چوڑی ہو چکی تھیں۔ دل بھاری ہونے لگا۔ اور پھر وہ اپنے سر کے بال نوچتا ہوا چلانے لگا۔ بلند آواز میں۔)

حلیمہ صاحبہ اس کی باتوں کو سمجھ نہیں پا رہی تھیں۔ لیکن پھر بھی وہ اسے اپنی طرف سے پوری تسلی اور حوصلہ دینے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"نینا! ویسے کیا کوئی خطرے کی بات تو نہیں؟" اب کی بار تسلی کی ضرورت انہیں تھی۔

"امی یوں سمجھ لیں کہ میں ایک جنگ لڑ رہی ہوں۔"

"ایسی جنگ جس میں فتح مجھے ہی ملے گی۔ پھر چاہے وہ زندہ رہ کر ملے یا پھر مر کر۔"

اس کی آنکھوں میں بہت کچھ تھا، جو کہ اس کے کہے بغیر حلیمہ صاحبہ سمجھ گئی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(جاری ہے)